نومبر ۸۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

- عورت کا اخلاقی و روحانی تشخّص (سورۃ التحریم کی روشنی میں)
- "اک بندۂ عاصی کی اور اتنی مدارات!" (ڈاکٹر اسرار احمد کی وضاحتی تحریر)
- سیرتِ رسولؐ اور بیعت (حیاۃ الصحابہؓ کا ایک اہم باب)

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

CONCRETE FACTS

HIGHLIGHTS IN PRECASTING

- Pioneered the development of precast prestressed concrete industry in Pakistan.
- Covered more than 100,00,000 sq. feet area by our precasts throughout Pakistan.
- More than 12 different kinds of roofing systems available Latest development is Double Tee Planks upto 60 long and hollow-core slabs upto 30' long.

HIGHLIGHTS IN CONSTRUCTION

- The group started activities in 1960, constructed 8-Sugar Mills, 5-Dozen Textile Mills, 2-Jute Mills, 1-Cement Factory, 2-Paper Mills, 5-Beverage Plants, Silos for Seed Processing Plants, Chemical Plants, Prill Towers for Fertilizer Factories 50,00,000 sft of shell type structure for numerous industries and hundreds of other industrial buildings and Terminal-III at Karachi Airport

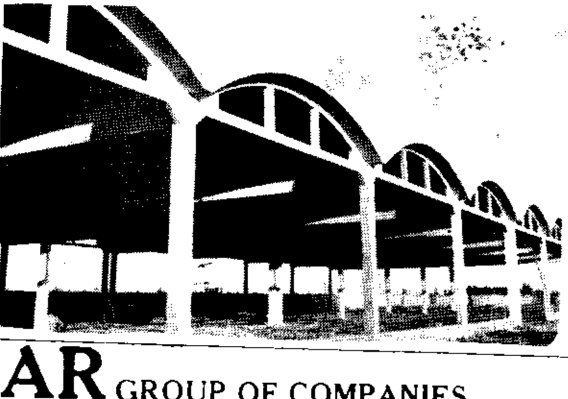

ZHAR GROUP OF COMPANIES

aders of innovative construction and precasting technology

) Izhar House 3 Rivaz Garden, P. O. Box 763, Lahore

: 320108, 320109, 321748, 55629 Telex : 44974 IZHAR PK

Sales Offices Throughout Pakistan

Muridke (Lahore) Phone : 700510
Karachi Phone : 312080
Jauharabad Phone : 588,590,
Peshawar Phone : 78254
Rawalpindi Phone : 64765
Multan Phone : 34073, 73469
Faisalabad Phone : 51341, 51343

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ۔

جلد ۳۶
شمارہ ۱۱
ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
نومبر ۱۹۸۷ء
فی شمارہ -/۵
سالانہ زرتعاون -/۵۰

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مینجنگ ایڈیٹر
اقتدار احمد

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوحا، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال یا -/۱۱۵ روپے پاکستانی
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر ۔	۶ امریکی ڈالر یا -/۱۰۰ روپے پاکستانی
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ ۔	۹ امریکی ڈالر یا -/۱۵۰ "
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ ۔	۱۲ امریکی ڈالر یا -/۲۰۰ " "

ترسیل زر: ماہنامہ میثاق لاہور یونائیٹڈ بنک لیمٹڈ ماڈل ٹاؤن برانچ
۳۶ ۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۔ ۱۴ (پاکستان) لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ ۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۸۵۲۶۸۳
سب آفس: ۱۱ ۔ داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی فون ۲۱۶۵۸۶
طابع: چوہدری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس شاہراہ فاطمہ جناح، لاہور

مشمولات

● عرضِ احوال ——— ۳

اقتدار احمد

● الہدیٰ (نشست نمبر ۴۷) ——— ۱۱

عورت کا اخلاقی و روحانی تشخص

ڈاکٹر اسرار احمد

● 'اک بندۂ عاصی کی اور اتنی مداراتیں' ——— ۲۱

میاں ظفیر احمد کی خدمت میں چند گزارشات

ڈاکٹر اسرار احمد

● "اسلامی انقلاب کے المیے" کا تجزیہ ——— ۲۷

شیخ جمیل الرحمٰن

● سیرتِ رسولؐ اور بیعت ——— ۳۲

"حیاۃ الصحابہ" کا ایک باب

مولانا محمد یوسف کاندھلوی

● عشقِ رسولؐ کا مفہوم اور اس کے تقاضے ——— ۵۷

ابو المظہر الحسینی

● نجومِ ہدایت ——— ۶۵

سادسُ الاسلام حضرت خباب بن ارتؓ

طالب الہاشمی

● آزادی اور احتساب ——— ۷۳

آغا نور محمد پٹھان

● افکار و آراء ——— ۸۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتدار احمد

عرض احوال

اِن دنوں مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں نمازیوں کے عظیم اجتماعاتِ جمعہ میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ایمان 'اس کے مفہوم اور اقسام و لوازم پر سلسلہ وار نہایت مفید اور پُر مغز لیکچر دے رہے ہیں۔ انہیں جب کبھی مرتب کر کے شائع کیا جا سکا' انشاء اللہ اس اہم ترین موضوع پر ایک ایسی وقیع کتاب وجود میں آ جائے گی جو مسلمانوں کے لئے بالعموم اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لئے بالخصوص گرہ کشا ثابت ہو گی کیونکہ اس میں بحث کو محض علمی حدود میں مقید نہیں رکھا گیا ہے بلکہ خالص عملی پہلوؤں پر بھی رہنمائی میسر ہو گی۔ ایمان ہمارے دین کی اساس ہی نہیں موجودہ زوال پذیر اسلامی معاشرے کا المیہ اور اصل مسئلہ بھی ہے۔ حقیقی ایمان کا عدم وجود ہماری کل انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کا واحد سبب ہے اور صحیح مفہوم میں اس کا دلوں میں جا گزین ہو جانا ہی دنیوی و اُخروی فلاح کی کلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کو صحت و سلامتی سے نوازے رکھے کہ وہ ان مباحث کو بلا کسی تعطل کے پورا کر سکیں۔ ان سطور کے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے تک موضوعِ محولہ بالا پر چار خطبات ہو چکے ہیں اور توقع ہے کہ مزید چار یا پانچ لیکچروں میں بات پوری ہو گی۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا پورا وقت اسی گفتگو میں لگتا ہے۔ لیکن پچھلے جمعہ اصل خطبے کے اختتام پر انہوں نے جلے دل سے یہ کہہ کر ایک ضمنی بحث کا دروازہ کھول دیا ہے کہ کرکٹ کے معرکوں کے لئے چھٹی کا دن مخصوص کرنا ضروری ہے تو ہفتہ واری تعطیل پھر سے اتوار کو ہی قرار دی جائے تا کہ جمعہ کا تقدس یوں سرِ بازار پامال نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ بظاہر تو اتوار کی جگہ جمعہ کو چھٹی قرار دیا جانا' بہت بڑا "اسلامی اقدام" سمجھا گیا تھا لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ تبدیلی کسی خیر پر منتج نہیں ہوئی۔ یہ دن ہفتہ بھر کی نجی ضروریات کی تکمیل' ذاتی مشاغل کی تسکین' سماجی میل جول' خاندانی اور شادی بیاہ کی تقاریب اور میلے ٹھیلوں کی نذر ہونا شروع ہو گیا اور پورے ماہ اکتوبر پر پھیلے ہوئے ورلڈ کپ کرکٹ میچوں

نے تو لٹیا ہی ڈبو دی جس میں اہم ترین جوڑ جمعہ کے دن ہی کے لئے مخصوص کئے جاتے رہے ہیں۔ چنانچہ لوگ عجب مشکل میں گرفتار ہیں' جمعہ کا حق ادا کرنا کجا' محض مسنون خطبہ سننے اور دو رکعت پڑھنے کے لئے بھی مسجد کا رخ کرتے ہیں تو دل ان دلچسپیوں میں اٹکا رہتا ہے اور وقفے کے دوران متفرق مشاغل میں ذرا انہماک ہو جائے تو جمعہ فوت۔ جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت وعیدوں سے عام لوگ بھی بے خبر نہیں۔ اس صورتِ حال نے لوگوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ "اسلامی چھٹی" سے تو وہ "غیر اسلامی" چھٹی ہی بھلی تھی۔

ہمارے دین میں شریعت موسوی کی طرح کا کوئی "یومِ سبت" نہیں جس میں کارِ جہاں کی درازی حرام ہو' نہ اختتامِ ہفتہ پر آرام یا سیر و تفریح یعنی "ویک اینڈ" کا کوئی تصور موجود ہے جس کا التزام ضروریاتِ دینی میں شامل ہو۔ قدغن ہے تو صرف اتنی کہ جمعہ کی اذان (اذان اولیٰ یا خطبے کی اذان۔ اس کے تعین میں اختلاف ہے' تاہم مل جل کر ایک فیصلے پر پہنچا جا سکتا ہے) سے لے کر فرض نماز کے اختتام تک کاروبارِ دنیوی کی ہر قسم حرام ہے۔ اس سے پہلے صبح کے وقت جمعہ کے لئے ذہنی تیاری اور بعد دوپہر سے رات تک اللہ کا ذکر دلوں میں جاری و ساری رہنا چاہئے جو ہاتھ پیروں کو کام سے نہیں روکتا۔ ویسے بھی ذکرِ الٰہی سے تو ہمارا کوئی بھی لمحہ خالی نہ ہونا چاہئے...... جو دم غافل سو دم کافر...... چنانچہ اگر ہفتہ وار چھٹی کسی اور دن ہو اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مناسب وقفہ یا نصف یوم کی رخصت دے دی جائے...... جیسا کہ پہلے معمول تھا...... تو جمعے کے احترام کی مٹی ایسے (نعوذ باللہ) پلید نہ ہو جیسے ان دنوں ہو رہی ہے۔ ہمارے چند جاننے والوں نے پیشانیوں سے عرقِ انفعال کے قطرے پونچھتے ہوئے (کہ وہ بھی گروہِ عاشقاں میں شامل تھے) بتایا کہ لاہور کے پچاس ہزار "فرزندانِ اسلام" نے قذافی سٹیڈیم میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان "معرکۂ کفر و اسلام" دیکھتے ہوئے بالکل فراموش کر دیا تھا کہ جمعہ کی دوپہر کوئی نماز بھی پڑھی جاتی ہے اور یہ کہ عصر کا بھی ایک وقت معین ہے۔ نماز کا جو نام نہاد وقفہ کیا گیا تھا وہ خوانچہ فروشوں کی مہربانی سے پیٹ پوجا میں لگا بلکہ بہت سوں نے تو نارسائی کے باعث فاقے میں عافیت سمجھی کہ سٹیڈیم میں جہاں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی' بیٹھنے کی گنجائش پھر کہاں سے پائیں گے۔ رہی سہی کسر ایک اور دلچسپ "ایونٹ"

نے پوری کر دی۔ ایچی سن کالج کے کم سن شہزادوں کی کرکٹ ٹیم کو بین الاقوامی شہرت کے مایہ ناز کرکٹروں نے کھلایا (بلکہ بہلایا)۔ ایسے دلکش منظر کو نگاہوں سے اوجھل کرنے کا متحمل کون ہو سکتا تھا "اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں" .... ہمیں کرکٹ کے کھیل کی ضرورت اور افادیت سے انکار بھی ہو تو کیا۔ جب بچشمِ سر دیکھتے ہیں کہ یہ ملک و قوم کے مستقبل کے لئے اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ حکومت سمیت پوری قوم (الاماشاءاللہ) اس کی دھن میں مست ہے تو یہ درخواست کرنے کو جی چاہتا ہے کہ آئندہ چھٹی اتوار کی رکھ لیجئے تاکہ ان مشاغل سے جمعہ کی نماز کی حرمت بھی متاثر نہ ہو اور ایسے "اہم" مواقع کے لئے حاضرین و ناظرین کی مطلوبہ تعداد بھی فراہم ہو جایا کرے۔

لیکن اگر جمعہ کو ہفتہ واری تعطیل کا دن قرار دینے میں مصلحت یہ تھی کہ چونکہ چھ دن کام کرنے کے بعد ایک دن کا آرام جدید دنیا کے اعصاب شکن حالات کار میں

ط رسمِ دنیا بھی ہے، موقع بھی ہے دستور بھی ہے

تو کیوں نہ اس سے دین کا بھی ایک تقاضا پورا ہو جائے۔ اور یہ کہ چھٹی جمعہ ہی کو ہو تو نہ صرف تکان دور کرنے کا وقت مل جاتا ہے بلکہ "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" کا حق ادا کرنے کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔ تو پھر حکومت اور عوام دونوں سے ہماری دردمندانہ استدعا ہے کہ خدارا اس کے تقدس کا بھی خیال کیجئے۔

افسوس کہ آج کرۂ ارض پر کوئی خطہ ایسا موجود نہیں جسے صحیح معنوں میں اسلامی ملک کہا جا سکے۔ لیکن مسلمانوں کے ملک اور مسلمان حکومتیں تو بحمد اللہ درجنوں ہیں۔ متعدد ایسے ممالک ہم نے خود دیکھے ہیں جہاں ہفتہ واری تعطیل جمعہ کو ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم سعودی عرب کے احوال اپنے قارئین کے سامنے رکھیں گے جہاں ہماری آمد و رفت زیادہ رہی۔ وہاں خوش حالی و فارغ البالی اور تفریحات کے وسائل و مواقع یہاں سے دہ چند ہیں۔ فٹبال ان کا قومی کھیل ہے اور اس کا ذوق و شوق بھی کرکٹ کے سلسلے میں ہماری وارفتگی سے ہرگز کم نہیں۔ سماجی میل جول، تقریبات اور میلوں ٹھیلوں کا رواج وہاں بھی موجود ہے لیکن کیا مجال جو نمازِ جمعہ سے ذرا بھی تغافل برتا جاتا ہو۔ جمعہ کے وقت (خطبے اور نماز کا وقت وہاں شہر بھر کی تمام مساجد میں ایک ہی ہوتا ہے) سڑکیں اور گلیاں سنسان ہو جاتی ہیں۔ لگ بھگ ایک

گھنٹہ پہلے ہی سے انگریزی محاورے کے مطابق تمام راستے مسجدوں کی طرف جاتے نظر آتے ہیں۔ وہاں اس منظر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو یہاں ہر ہفتے خون کے آنسو رلاتا ہے۔ موسمِ گرما میں جمعہ کو عین نماز کے وقت لاہور کی مشہور و معروف نہر پر ہزاروں نیم عریاں نوجوان نہانے کا شوق پورا کرتے ہیں جبکہ اس کے کنارے متعدد بڑی مساجد سے نماز کی قرأت ان کے کانوں میں پہنچ رہی ہوتی ہے۔ سردیوں میں باغِ جناح کی مسجد دارالسلام اور اس سے ملحق باغیچوں میں ایک طرف لوگ جمعہ کی نماز کے لئے صف بندی کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف سو پچاس گز کے اندر اندر ہمارے عاقل و بالغ بچے کرکٹ کے کھیل میں مصروف پائے جاتے ہیں۔

جمعہ شعائرِ اسلامی میں سے ایک ہے۔ اس کے احترام کا حق ادا کرنا ہم سب کا فرض ہے اور اس دن کو ہفتہ وار تعطیل قرار دینا فی الحقیقت اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ چنانچہ ہم حکومت سے مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ خود بھی اس بات کا اہتمام کرے اور عامۃ المسلمین کو بھی اس کی ترغیب دے کہ جمعہ کے احترام کا کم از کم وہ معیار یہاں بھی برقرار رہے جو سعودی عرب میں ہر جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ادھر یہ اللّے تللّے ہیں اور مشرق کی سرحد پار سے ایسی خبریں ہمارے اپنے اخبارات کی شہ سرخیاں بن رہی ہیں کہ عرصے سے روزانہ دس بارہ ریل گاڑیاں سامان حرب و ضرب لے کر راجستھان، پنجاب اور کشمیر کی سرحدات کے رخ رواں دواں ہیں۔ چھاؤنیاں بن رہی ہیں، ہنگامی بنیادوں پر ہوائی پٹیوں کی تعمیر جاری ہے اور فوج کے ڈویژن کے ڈویژن منتقل کئے جارہے ہیں۔ "کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے" یا یہ سب کچھ کسی پک نک کی تیاری ہے؟ خبروں کے متن تو یہ تک پرچے لگاتے ہیں کہ اسی نومبر میں پاکستان پر حملہ ہو گا۔ پیش قدمی کا اصل زور براستہ کشمیر ہمارے شمالی علاقوں اور راجستھان کی طرف سے سندھ کے زیریں حصے پر صادق آباد اور رحیم یار خاں تک ہو گا جب کہ وسطی پنجاب میں جہاں سکھوں کی طرف سے عدم تعاون کا اندیشہ ہے محض دفاع کو مضبوط رکھنے کا منصوبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملائے لیکن کچھ باتیں ہمارے سوچنے کی بھی تو ہیں۔ یہ حملہ نومبر میں ہو یا دسمبر

میں' جنوری میں ہو یا فروری میں' اس سال ہو یا اگلے یا پھر اس سے بھی اگلے برس' ہندو کی سرشت سے بعید نہیں کہ اس نے آج تک ہمارے وجود کو دل سے قبول نہیں کیا (اور ہم سے زمانے میں پنپنے کی سی کوئی بات تاحال سرزد نہیں ہوئی) ۔ ہمارے ستّار العیوب اور غفّار الذنوب رب کریم نے بارہا ہمیں اس عیار مگرمچھ کا تر نوالہ بننے سے بچایا ہے۔ ہمارے اعمال کی شامت سقوطِ مشرقی پاکستان کی رسوائی کا تو باعث ہوئی لیکن لاہور کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے بھارت کی افواجِ قاہرہ کے قدم کس نے من من بھر کے کر دیئے تھے؟۔ اس کی رحمت سے امید اپنی جگہ' خود ہمارے لچھن کیا ہیں؟...... اے ہم وطن بھائیو! اب بھی ہوش میں آؤ' خدائے واحد کے بندے بنو' ایک رسولؐ کے اتباع کو زندگی کا شعار بنالو' ایک کتابِ ہدایت کو اپنے شب و روز کا وظیفہ اور وطیرہ سمجھو۔ یہی وحدتِ فکر و عمل تمہیں بنیانِ مرصوص بنا سکتی ہے جس سے دشمن نے ٹکر لی تو اپنا ہی سر پھوڑے گا۔ اور اے اربابِ حکومت! ہم ہرگز تمہارے حریف و مدمقابل نہیں' محض حقِ نصیحت ادا کرتے ہیں۔ تم نے اگر فوجی ساز و سامان پر تکیہ کیا تو یہ بہت کمزور سہارا ثابت ہو گا کہ دشمن کی قوت کئی گنا ہے۔ اللہ کی جناب میں اجتماعی توبہ کرو' اس کے نام کو کبریائی اور اس کے کلمے کو عملاً بلندی سے ہم کنار کرو' قوم کے لئے اسی کی طرف رجوع کے اسباب پیدا کرو۔ نہ خود لہو و لعب میں ڈوبے رہو نہ قوم کو غرق کرو۔ قوم کی زبوں حالی حد سے تجاوز کر چکی ہے' پانی اب تو سر سے گذر رہا ہے۔ تخریب کاری میں "بیرونی ہاتھ" کی جھلک تمہیں نظر آئی ہو گی' بدعنوانی' رشوت' غبن اور چوری ڈاکے میں کس کا دخل ہے جن کی چونکا دینے والی خبروں سے ملکی اخبار بھرے ہوتے ہیں۔ نئی نسل کو کھلونے دے کر کون بہلا رہا ہے۔ جس شخص کو تم نے خود مبلّغِ اسلام کہا (اگرچہ یہ سوال ابھی تحقیق طلب ہے کہ وہ ایجا محمد کے "اسلام" کا پیرو کار ہے یا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا) اس کے سامنے مجرے کی بزم آرائی کس نے کی اور پھر اسے جواز کی سند کس کی اسمبلی نے دی۔ عریانی اور فحاشی کو دن دونی رات چوگنی ترقی کون دے رہا ہے۔ چرس' افیون اور ہیروئن کا سرطان کس کے دور میں جسدِ ملت میں جڑ پکڑ رہا ہے؟۔ اپنے عہدے اپنے ہی پاس رکھو' تمہاری کرسیاں تمہیں مبارک! تم ہی اللہ کے قانون کو ارضِ پاک میں نافذ کر دو۔ تم ہی قوم کے مختلف علاقائی اور لسانی گروہوں کی شکایات کا ازالہ کر کے ان کا اعتماد حاصل کر لو۔ تم

خود ہی اپنے جَل میں سے گندی مچھلیاں نکال باہر کرو۔ اللہ کے عطا کردہ لامحدود وسائل اور قوم کی مسلمہ صلاحیتوں سے استفادہ کرو۔ کاسۂ گدائی پھینک دو ' عزت و وقار سے جینا سیکھو اور پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کی نصرت کیسے تمہاری دست گیری کرتی ہے۔ اور ہم جیسے ناقد بھی کیسے تمہیں سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔

اے کاش ایسا ہو جائے! کاش اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب احمد دیدات کو پچھلے دنوں عیسائی مبلغ جمی سواگرٹ سے "کیا بائبل اللہ کا کلام ہے" کے موضوع پر بحث کے بعد عرفِ عام حاصل ہوا۔ حال ہی میں انہوں نے پاکستان کا دورہ کیا ہے۔ یہاں انہیں عوام کی طرف سے تو پذیرائی ملنی ہی تھی ' حکومت نے بھی قدر افزائی کی۔ لیکن یہ دیکھنا باقی ہے کہ ان کے بعض انکشافات نے متعلقہ لوگوں کی آنکھیں بھی کھولی ہیں یا نہیں۔ سنتے آ رہے تھے کہ افریقہ میں اسلام جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے ' جہاں عرب ممالک کے "پیٹرو ڈالر" اس کارِ خیر میں لگ رہے ہیں وہیں عالمِ اسلام (بشمول پاکستان) کے علماء و صلحاء کے ہاتھوں بھی علاقے کے علاقے مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں۔ لیکن جناب احمد دیدات (جو خود افریقہ میں رہتے بستے ہیں) بتا گئے ہیں کہ وہاں عیسائی مشنریوں نے اپنے پنجے ملحد و بے دین لوگوں پر ہی نہیں خود مسلمانوں کے جسدِ ملت میں بھی اس مضبوطی سے گاڑ دیئے ہیں کہ ان سے گلو خلاصی اب آسان نہیں۔ وہاں کی باتیں کتنے ہی باوثوق ذرائع سے ہم تک پہنچیں ' بہرحال شنیدہ ہیں۔ دیدہ حقائق بھی کم روح فرسا نہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں "بے ضرر" عیسائی اقلیت جیسے پَر پُرزے نکال رہی ہے اور عیسائی مشنری ادارے جس طرح ظفر مندی و کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں ' اس سے اغماض ہمیں بھی بہت مہنگا پڑے گا۔
ہماری نظر سے گوجرانوالہ کے ایک مشنری ادارے کی جانب سے شائع ہونے والے ماہنامے کا ایک شمارہ گذرا ہے۔ اسی کے مندرجات جارحانہ ہیں ' (علامہ طاہر القادری پر پھبتیاں اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک مضمون کے حوالے سے زبان درازی) اگلا شمارہ جس کا انتظار ہے نجانے کس انداز میں بات کرے گا کہ "اگلی اشاعت کے ضروری مضامین" کا چوکھٹا لگا کر جو تین عنوانات دیئے گئے ہیں ' ان میں دو "ڈاکٹر اسرار احمد کی انوکھی منطق" اور "ڈاکٹر اسرار

احمد نے مسیحیوں کو گالیاں دینی شروع کر دیں" ہیں۔ یہ مضامین دیکھ کر انشاءاللہ ہم اگلے ماہ نصیح و خیر خواہی کے جذبے سے ہی متعلق لوگوں سے گفتگو کریں گے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مؤقر روزنامہ نوائے وقت میں ایک صاحب نے "شذرات" کے عنوان سے ہفتہ واری کالم لکھنا شروع کیا ہے۔ چند کالموں میں تو انہوں نے سنجیدہ انداز میں کام کی باتیں بھی کیں[1]۔ لیکن اخباری ذریعہ ابلاغ میسر آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہی ہوئے تھے کہ انہیں محسوس ہونے لگا ؏ کچھ اور چاہئے وسعت مرے بیاں کیلئے

اور وہ شاید اس کے بغیر ممکن نہ تھی کہ راہ چلتے لوگوں سے رمز و کنائے میں چھیڑ چھاڑ شروع کریں۔ چنانچہ اسلامی انقلاب کا اپنا فلسفیانہ طریق کار بیان کرتے کرتے جو بگلا پکڑنے کے لئے اس کے سر پر موم رکھ کر پگھلنے کے انتظار سے بھی آسان تھا' انہوں نے منہج انقلاب نبویؐ کی اس تعبیر میں کیڑے نکالنے کے کارِ خیر پر کمر کس لی جس کے ذکر سے قاری کا ذہن خواہی نخواہی ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کی تنظیم کی طرف منتقل ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم نے جواب میں مؤقر روزنامہ جنگ (۲۰ ستمبر) کے ذریعے کچھ عرض کرنے کی جسارت کی تھی۔ تاہم یہ احتیاط ملحوظ رکھی کہ نام اس میں کسی کا بھی نہ آنے دیا۔ وہ شاید منتظر ہی تھے کہ ؏

اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

اپنے اگلے کالم میں انہوں نے ہدف کو محض نامزد کرنے پر اکتفا نہ کی بلکہ ہمیں مبارزت کے انداز میں دھمکی بھی دے دی کہ "انہوں نے بات شروع کی ہے تو اب دیکھئے کہاں تک پہنچے۔" نجانے وہ رگ و پے میں کون سا زہر اتارنا چاہتے تھے کہ ؏

"ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے"

---

[1] بارے اب پھر ان کے کالموں کا رنگ بدلا ہے' اس شمارے کے پریس میں جانے تک ان کا ایک سنجیدہ کالم اسلامی انقلاب کے طریق کار پر شائع ہوا جس کا جواب محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب نے دیا اور بعد کے دو کالم ان کے پسندیدہ علمی موضوعات پر تھے جن پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کریں گے۔ یوں مثبت انداز میں وہ اپنی باتیں کہتے رہیں تو شاید یہی ان کے کالم کا اصل مقصد تھا۔

کی سی لرزا دینے والی تمہید باندھ رہے ہیں ۔

ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

وہ علامہ دہر ہیں جو عربی صرف و نحو، لغت اور جاہلی ادب سے شغف کے زینے طے کر کے اب ایک فقیہ اور مجتہد کے مقام رفیع پر براجمان ہیں۔ دروغ بر گردن راوی، کئی پتھروں کو جونک لگا کر دیکھ چکے ہیں۔ اپنے نئے ہدف سے بھی انہیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔

ہم نے اپنی مذکورہ بالا عرضداشت میں اظہارِ خیال کے لئے جو "لب ولہجہ" اختیار کیا تھا، اس پر انہوں نے ہم سے کوئی گلہ نہ رکھنے کی عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا تو ہمیں بھی ہرگز یہ شکایت کرنے کا حق نہیں کہ انہوں نے "ان کے امیر المومنین" کا طرز اشارت کیوں اختیار کیا۔ عوض معاوضہ، گلہ ندارد۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے جو بحث چھیڑ دی تھی، وہ اخباری کالموں کا موضوع نہیں اور جس طرح وہ اسے ذاتیات تک لے آئے، وہ اصل بات کو غتر بود کر دے گی۔ وہ خیر سے اہلِ علم اور قلم کے دھنی ہیں، اپنا جریدہ نکالتے ہیں اور صاحبِ تصانیف بھی ہیں۔ ان سب میں انہوں نے پہلے بھی ڈاکٹر صاحب اور ان کی تنظیم کو کسی موقع پر معاف نہیں کیا، آئندہ بھی مشق ناز فرماتے رہیں ؏

"سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی"

ہمارے ساتھی اسی سطح پر ان سے مواجہہ جاری رکھیں گے[۱]۔ ہماری طرف سے یہ تحریر حرفِ آخر ہے ۔

انہیں سوال یہ زعمِ جنوں ہے، کیوں لڑیئے
ہمیں جواب سے قطعِ نظر ہے، کیا کہیئے!

اور چونکہ خواہش اس سلسلے کو ختم کرنے کی ہے لہٰذا ان کے سوالات کا جواب دینے کا ارادہ نہیں، محض چند غلط فہمیوں کی وضاحت پر بس ہے جو شاید ان کی تحریر میں سہواً در آئی ہیں۔

(باقی صفحہ ۸۱ پہ)

۱؎ چنانچہ ان کے اگلے کالم کے جواب میں ہمارے بزرگ رفیق جناب شیخ جمیل الرحمٰن کی تحریر مؤقر روزنامہ نوائے وقت میں بھی شائع ہوئی اور ہمارے اس شمارے میں بھی نقل ہوئی ہے۔

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن کا سلسلہ

درس نمبر ۱۱

نشست نمبر ۴۷

مباحثِ عمل صالح

الہدیٰ

عورت کا روحانی و اخلاقی تشخص

سورۃ التحریم کی روشنی میں

(۵)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

"اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ہے کافروں کے لئے نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کی۔ وہ دونوں ہمارے دو نہایت نیک بندوں کے عقد میں تھیں۔ تو انہوں نے ان سے

خیانت کی روش اختیار کی۔ تو وہ دونوں ان (اپنی بیویوں) کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ اور یہ کہہ دیا گیا (ان بیویوں سے) کہ تم دونوں داخل ہو جاؤ آگ میں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کی۔ جبکہ اس نے کہا اے رب میرے؟ میرے لئے اپنے پاس ایک گھر جنت میں بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے نجات بخش ظالموں کی قوم سے..... اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان فرمائی جس نے اپنی عصمت کی پوری حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کی تمام باتوں کی اور اس کی کتابوں کی اور وہ ہمارے بہت ہی فرماں بردار بندوں میں سے تھی۔"

محترم حاضرین اور معزز ناظرین! سورۂ تحریم کی آخری تین آیات کی تلاوت اور ترجمہ ابھی آپ نے سنا۔ یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی پہلی منزل یعنی مرد اور عورت کے مابین رشتۂ ازدواج کہ جس سے خاندان کے ادارہ کی بنیاد پڑتی ہے' اس کے ضمن میں نہایت اہم اور بنیادی ہدایات ہیں جو سورۂ تحریم میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ عائلی زندگی کے بارے میں ایک نہایت اہم مسئلہ یہ ہے کہ عورت کا مقام کیا ہے!..... آپ کو معلوم ہے کہ اس ضمن میں دنیا میں بہت افراط و تفریط رہی ہے۔ عورت کو یا تو بالکل بھیڑ بکری کی طرح ایک ملکیت قرار دیا گیا' ہمارے یہاں کے ایک عام بول چال کے محاورہ کے مطابق اسے جوتی کی نوک سے تعبیر کیا گیا' یا پھر اسے بازار میں لا بٹھایا گیا۔ اور شمعِ محفل بنا دیا گیا۔ اور کبھی اسے قلو پطرہ کا روپ دھار کر قوموں کی قسمتوں سے کھیلنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ یہ افراط و تفریط ہے جس میں نوعِ انسانی بالعموم مبتلا رہی ہے۔..... اسلام نے عورت کو ایک مکمل قانونی اور اخلاقی تشخص عطا کیا پھر اس کے دائرۂ عمل اور میدانِ کار کا تعین کیا۔ اسلام کی رو سے عورت کا ایک علیحدہ قانونی وجود ہے۔ اس کے قانونی حقوق ہیں۔ عورت کی اپنی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی اس ملکیت میں تصرف کا کامل اختیار رکھتی ہے۔ لہٰذا عام انسانی حقوق کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

حقوق کے ضمن میں نہایت قابل غور پہلو یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو قانونی تشخص

دینے کے ساتھ ساتھ اخلاقی تشخص بھی عطا کیا ہے۔ یعنی عورت اگر کوئی نیک کام کرتی ہے تو اس کا اجر و ثواب اس کے لئے ہے۔ وہ اس معاملے میں مردوں کے تابع نہیں ہے۔ چنانچہ شوہر اپنی بیوی کے نان نفقہ کا کفیل اور ذمہ دار تو ہے لیکن اس کے دین و اخلاق کا کفیل اور ذمہ دار نہیں ہے۔ نیکی اور بھلائی اگر عورت میں ہوگی تو وہ اس کے لئے ہے۔ کوئی خیر عورت کمائے گی تو اس کا صلہ اور اجر و ثواب اسی کو ملے گا۔ اسی طرح کوئی نیکی اگر مرد کماتا ہے تو اس کا اجر و ثواب اسی کے لئے ہے۔

اس ضمن میں قرآن مجید نے یہ اصل الاصول بیان کیا ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانَ اِلَّا مَا سَعٰی "کسی انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی کچھ جس کے لئے اس نے محنت کی ہے، جس کے لئے اس نے مشقت اور بھاگ دوڑ کی ہے" پھر یہ کہ انسان ہونے کے ناطے سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں فرمایا گیا اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ "میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے کسی بھی عمل کو ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو خواہ عورت ہو" اور یہ مرد و عورت کا فرق خواہ جسمانی فرق و تفاوت ہو، خواہ نفسیاتی ساخت میں فرق ہو۔ یہ فرق تو ہم نے تمدنی ضروریات کے تحت رکھا ہے۔ باقی انسان ہونے کے اعتبار سے تم ایک دوسرے ہی سے ہو۔

یہی اصول قرآن مجید میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۲ میں نہایت واضح شکل میں سامنے آتا ہے لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ "مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو کمائی انہوں نے کی یعنی جو بھلائیاں، جو نیکیاں، جو خیرات، جو حسنات انہوں نے اپنی محنت اور مشقت سے کمائی ہیں، ان کا اجر و ثواب ان کے لئے ہے..... "اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں جو کمائی انہوں نے کی" ..... جو بھلائیاں انہوں نے کی ہیں، جو نیکیاں انہوں نے کمائی ہیں، اس کا اجر و ثواب ان کے لئے ہے۔ اسی طرح جو برائی اور بدی مرد کمائے گا، اس کا وبال اس پر ہوگا اور جو بدی اور برائی عورت کمائے گی، اس کی پاداش اس کو بھگتنی ہوگی۔

اس اصول کو سورۃ تحریم کی آخری تین آیات میں تین مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ

خواتین اس مغالطہ میں نہ رہیں کہ ان کے شوہران کے دین واخلاق کے بھی کفیل ہیں اور وہ دین واخلاق کے معاملہ میں مردوں کے تابع ہیں۔ چنانچہ پہلی مثال دو ایسی عورتوں کی پیش کی گئی جن کے شوہر اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر رسول ہیں۔ ایک حضرت نوح اور دوسرے حضرت لوط علیہما الصّلوٰۃ والسلام۔ ان دونوں کی بیویوں کا ذکر کیا گیا کہ چونکہ دین کے اعتبار سے ان کا معاملہ درست نہ تھا۔ انہوں نے اپنے شوہروں کے ساتھ بیوفائی کی تھی...... لیکن اس سے یہ ہر گز نہ سمجھ لیا جائے کہ ان سے لازمی طور پر کوئی اخلاقی لغزش سرزد ہوئی ہو۔ اپنے شوہروں کے رازوں کا افشا بھی ایک خیانت اور بیوفائی کا عمل ہے۔ اس لئے کہ اسی سورۃ النساء میں جہاں آیت نمبر ۳۴ میں یہ اصل الاصول بیان کیا گیا کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ وہاں ایک مثالی (IDEAL) بیوی کے یہ اوصاف بھی بیان فرمائے گئے ہیں اَلصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ " "نیک بیویاں وہ ہیں جو فرمانبرداری کی روش اختیار کریں اور اپنے شوہروں کا کہنا مانیں۔ اور ان کے رازوں کی پوری حفاظت کریں"۔ ظاہر بات ہے کہ بیوی سے زیادہ مرد کا راز دار اور کون ہو گا! مرد میں اگر کوئی خامی ہے' اگر کسی پہلو سے اس میں کوئی پوشیدہ جسمانی عیب ہے۔ تو اس کو بیوی سے بڑھ کر جاننے والا اور کوئی نہیں۔ گویا مرد کی پوری شخصیت عورت کے پاس بطور امانت ہے۔ راز کو بھی امانت کہا گیا ہے۔ لہٰذا اگر شوہر نے کوئی راز کی بات بیوی کو بتائی ہو اور بیوی اس راز کو افشا کر دے تو یہ بھی خیانت ہے چنانچہ "فَخَانَتٰھُمَا" کے لفظ سے یہ لازمی نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ ان دونوں جلیل القدر رسولوں کی بیویاں بد چلن اور بد کار تھیں معاذ اللہ۔ قرآن مجید کا جو اصول ہے اگر اس کو سامنے رکھیں تو یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ کسی رسول کے حبالۂ عقد میں کوئی بد چلن اور بد کار عورت ہو۔

...... لہٰذا ان خواتین کا یہ طرزِ عمل کہ در پردہ وہ اپنی کافر قوموں کے ساتھ تھیں اور ان کی ہمدردیاں کفار کے ساتھ تھیں' اسے یہاں خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں جو اصل بات بتانی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونوں عورتیں ہمارے رسولوں کے حبالۂ عقد میں تھیں لیکن چونکہ ان دونوں کے اپنے اعمال درست نہ تھے لہٰذا ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہو گا۔ رسول کی زوجیت میں ہونا انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ چنانچہ ان سے کہہ دیا گیا کہ وَقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ " دوزخ میں داخل ہو جاؤ دوسرے داخل ہونے والوں

کے ساتھ۔" یہاں قیل فعل ماضی مجہول ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی قیامت کے حالات کا ذکر ہوتا ہے وہاں عام طور پر فعل ماضی استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فعل ماضی میں قطعیت وحتمیت ہوتی ہے۔ جیسے کوئی کام ہو چکا۔ اور جیسے کوئی چیز ہو چکی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنی یقینی بات وہ ہوتی ہے جو وقوع پذیر ہو چکی ہو اتنی ہی یقینی بات قیامت و آخرت کی ہے۔ لہٰذا آخرت کے احوال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید عام طور پر ماضی کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔
یہاں جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس میں عالم برزخ میں یہ بات کہی جانے کی طرف اشارہ ہو رہا ہو واللہ اعلم بالصواب لیکن یہاں جس حقیقت کی جانب نشاندہی مقصود ہے اسے میں سابقہ درس میں بھی آپ کے سامنے اس حدیث کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر، نور نظر حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے فاطمہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی۔ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اس لئے کہ مجھے تمہارے بارے میں اللہ کے یہاں کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا...... یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر آخرت میں اپنی بیویوں کے کام نہ آسکیں گے۔ یہ مثال بیان ہوئی ان دو عورتوں کی جو دو بہترین شوہروں کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ لیکن چونکہ وہ خود اہلِ ایمان میں سے نہ تھیں لہٰذا ان کے شوہروں کی نیکی اور بزرگی انہیں کوئی فائدہ نہ دے سکے گی۔

اب اس کے برعکس ایک مثال سامنے آ رہی ہے کہ ایک بدترین شخص کے نکاح میں ایک نہایت نیک اور صالحہ خاتون ہیں۔ فرعون جیسا سرکش و متمرد 'اللہ کا باغی' خدائی کا مدعی! لیکن اس کے عقد میں حضرت آسیہ ہیں۔ اغلباً یہ وہی خاتون ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں بہتے ہوئے صندوق سے نکالا تھا اور فرعون کو آمادہ کر لیا تھا کہ انؑ کی پرورش وہ خود کریں گی...... وہ یقیناً بنی اسرائیل کی کوئی مومنہ و صالحہ خاتون تھیں، جو فرعون کی بیوی تھیں ــــــــــــ قرآن مجید کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ ان کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ فرعون کا محل اور وہاں کی آسائشیں اور سہولتیں، وہاں کا آرام گویا ان کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ شوہر کی ضلالت، اس کی گمراہی اور بے راہ روی اور اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ عیش و آرام، جو شاہی محل کا جزو لاینفک ہوتا ہے، وہ ان پر دوبھر تھا۔ اور ان کی دعا قرآن نے نقل کی

ہے کہ "پروردگار مجھے جلد سے جلد فرعون سے 'اس کے عمل سے اور ظالم ومشرک قوم سے نجات دے کر اپنے پاس بلا اور اپنے جوارِ رحمت میں یعنی جنت میں میرے لئے گھر بنا" ۔ اس دوسری مثال سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کسی عورت کا شوہر خواہ کتنا ہی بد کردار شخص ہو' کافرومشرک ہو لیکن اگر وہ عورت خود مومنہ اور صالحہ ہے تو اس کا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہے۔ شوہر کی برائی اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے گی۔

اب آگے اس ضمن میں تیسری مثال آرہی ہے ایک ایسی خاتون کی کہ جنہیں ماحول بھی بہترین ملا اور پھر جن کے خود اپنے اندر بھی نیکی' بھلائی اور حسنات کے بہترین رجحانات اور میلانات بکمال وتمام موجود ہیں۔ گویا وہ نُورٌ عَلٰی نُور کی مثال ہیں..... پہلی مثال تھی بہترین شوہروں کے گھروں میں بدترین بیویوں کی۔ دوسری مثال اس کے بالکل برعکس تھی کہ ایک بدترین شوہر کے عقد میں ایک بہترین خاتون ہیں..... اب تیسری مثال نُورٌ عَلٰی نُور کی آرہی ہے جو حضرت مریم سلام علیہا کی ہے..... جو خود نہایت نیک' صالحہ' عبادت گذار..... پھر ان کی والدہ کتنی نیک تھیں جنہوں نے ان کی پیدائش سے پہلے ہی اپنی ہونے والی اولاد کو اللہ کی نذر کردیا تھا جس کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۳۵ میں بایں الفاظ آیا ہے رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا اے رب میرے! میں نے تیرے لئے نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ دنیا کے تمام بکھیڑوں سے اسے چھٹکارا دلاتے ہوئے"۔ یعنی میں اس کو صرف تیرے دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا عہد کرتی ہوں۔ تو یہ خاتون ہیں جن کی آغوش میں حضرت مریمؑ نے پرورش پائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کا مربی اور کفیل بنایا جو اللہ کے نبی اور ہیکل سلیمانی (بیت المقدس) کے مجاور اور نگران بھی ہیں اور رشتے میں حضرت مریمؑ کے خالو ہیں تو گویا یہ نُورٌ عَلٰی نُور کا معاملہ ہے۔ ایک طرف حضرت مریمؑ کی سیرت اور ان کا کردار ہے جس کی یہاں اللہ تعالیٰ مدح فرمارہے ہیں کہ انہوں نے اپنی عصمت وعفت کی کامل طور پر حفاظت کی۔ پھر امرِ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑی آزمائش سے دوچار فرمایا۔ ایک نوجوان خاتون جو ناکتخدا ہو' جس کی شادی نہ ہوئی ہو اور اسے حمل ہورہا ہو۔ اب آپ خود سوچئے کہ معاشرہ میں کیسی رسوائی کا سامان ہے جو ان کے لئے فراہم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس شدید آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ لیکن اس اللہ

کی بندی نے اپنے رب کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا وَ صَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ کُتُبِهٖ یہ ان کی زندگی کا نقشہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے تمام احکام کی تعمیل کی۔ پھر انہوں نے تمام آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کی تورات تو موجود تھی ہی۔ پھر تمام انبیاء کے بہت سے صحیفے بھی موجود تھے انہوں نے سب کی تصدیق کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم دینیہ سے انہیں خصوصی دلچسپی تھی۔ آیت کے آخر میں ان کی مدح پھر ان الفاظ مبارکہ سے فرمائی وَ کَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ وہ اللہ کی فرماں برداروں میں سے ایک بندی تھی۔

غور کیجئے کہ یہاں تین مثالوں کے ذریعے تین ممکنہ صورتوں کو بیان کر دیا گیا لیکن ایک امکان ابھی باقی ہے۔ اس عمارت کا ایک کونا ابھی خالی ہے۔ بہترین شوہروں کے یہاں بدترین عورتوں کی مثال حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں ہیں۔ بدترین شوہر کے یہاں بہترین خاتون کی مثال حضرت آسیہ ہیں۔ بہترین ماحول میں بہترین خاتون گویا نُوْرٌ عَلٰی نُوْر کی مثال حضرت مریمؑ ہیں۔ اب ایک مثال رہ جاتی ہے کہ شوہر بھی بدترین ہو اور بیوی بھی۔ گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نقشہ ہو۔ جسے ہم اپنے محاورہ میں کہتے ہیں کہ کڑوا اور پھر نیم چڑھا۔ چنانچہ اس کی مثال ہمیں قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ملتی ہے اور وہ ہے سورۃ اللھب اس سورہ مبارکہ میں ابو لہب اور اس کی بیوی دونوں کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۠

اس سورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب اور آپؐ کی چچی (ابو لہب کی بیوی) ام جمیل کی حضورؐ سے عداوت کا بیان ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان دونوں میں سے کس کو نبی اکرمؐ سے زیادہ عداوت، بغض اور دشمنی تھی۔ چونکہ دونوں ہی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حضورؐ کی دشمنی، عداوت اور ایذا رسانی میں پیش پیش تھے۔ تو سورۃ اللھب مثال ہے بدترین شوہر اور بدترین بیوی کی۔ اس طرح یہ کونا اور گوشہ بھی پر ہو جاتا ہے۔ کہ شوہر بھی بدترین ہو اور بیوی بھی بدترین ہو تو اس کی صورت کیا ہو گی۔ چنانچہ ان کے بارے میں

اسی دنیا میں جہنم کا فیصلہ سنا دیا گیا۔

اب ان چاروں مثالوں کو سامنے رکھ کر جو نتیجہ نکلا وہ یہ ہے کہ عورت کا اپنا ایک ذاتی تشخص ہے۔ اس معاملہ میں عورت لازماً اپنے شوہر کے تابع نہیں ہے۔ وہ دینی و اخلاقی طور پر ایک آزادانہ تشخص کی مالک ہے۔ اس کے اندر اگر بھلائی ہے' نیکی ہے' خیر ہے تو وہ اسی کے لئے ہے لیکن برائی ہے' بدی ہے' سرکشی ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر آئے گا۔ چونکہ اسلام کے عائلی نظام میں مالی اعتبار سے شوہر بیوی کا کفیل ہوتا ہے لہٰذا ہمارے یہاں بعض خواتین کو غیر شعوری طور پر یہ مغالطہ لاحق ہو گیا ہے کہ شاید نیک کام کرنا' بھلائیاں کمانا' دین کی خدمت کرنا یہ صرف مردوں کے کرنے کا کام ہے۔ اور مرد اگر یہ کام کرلیں تو عورتوں کے لئے کفایت کرے گا۔ اس مغالطہ کی ان آیات مبارکہ کی روشنی میں مکمل اصلاح ہو جانی چاہئے۔ میں پھر وہی الفاظ دوہرا رہا ہوں جو سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۲ میں آئے کہ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ

اب آج جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے بارے اگر کوئی سوال یا اشکال ہو تو وہ آپ پیش فرما سکتے ہیں۔

سوال و جواب

سوال...... ڈاکٹر صاحب! ہمارے معاشرے میں بعض خاندانوں میں خواتین کو وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ براہِ کرم اسلامی نقطۂ نظر سے اس پر روشنی ڈالئے؟

جواب...... یہ تو بالکل واضح بات ہے کہ اسلام کی رُو سے یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ بہت بڑی ناانصافی ہے۔ اس طرح انسان گویا اللہ تعالیٰ کے احکام میں خود اپنی مرضی کو دخل دے رہا ہے اور انہیں پس پشت ڈال رہا ہے۔ اس روش کے حرام ہونے اور بہت بڑی معصیت ہونے میں کسی بھی فقہی مسلک میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال...... ڈاکٹر صاحب! آج کل کے زمانہ میں لوگ خاندان' دولت اور خوبصورتی کو بڑی اہمیت دیتے ہیں! اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک اچھی بیوی میں کیا خوبیاں دیکھی جانی چاہئیں؟

جواب...... آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے اور اس کا جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مفہوم کے حوالہ سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ حضورؐ نے

فرمایا کہ عورت سے شادی کی جاتی ہے 'اس کی خوبصورتی کی بنیاد پر بھی اور اس کی دولت کی بنیاد پر بھی لیکن اے مسلمانو! تمہیں سب سے زیادہ دین داری کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اخلاق کو' کردار کو حسنِ سیرت کو باقی تمام چیزوں پر مقدم رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ آگے جو نسل چلنی ہے اس کے اندر اگر یہی چیزیں نہ آئیں تو ظاہر بات ہے کہ یہ رشتۂ ازدواج دینی اعتبار سے نفع بخش ثابت نہیں ہو گا۔ اگر اولاد میں بھی دین داری اور خیر مطلوب ہے تو انسان کو شادی کرتے ہوئے دین داری کو' اخلاق کو اور حسنِ سیرت کو مقدم رکھنا چاہئے۔ چونکہ اولاد کی اولین تربیت گاہ اس کی ماں کی آغوش اور اس کی نگرانی ہے۔

حضرات! آج کے درس پر سورہ تحریم کا ہمارا مطالعہ ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب مبین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کے رخ کو عملاً بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

★★★★★

بیرونِ ملک خریداران میثاق نوٹ فرمالیں

ماہنامہ "میثاق" کے بیرونِ ملک کے تمام سالانہ خریدار حضرات کے خریداری نمبر تبدیل ہو گئے ہیں۔ براہِ کرم اپنا نیا خریداری نمبر میثاق کے لفافے سے نوٹ کر لیجئے۔

★★★★★★★★★

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ○

(الفرقان : ۷۴)

اے ہمارے ربّ

ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں (کی طرف) سے

آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما

اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا دے

□ □ □ □

میاں عبدالواحد

بھگوان سٹریٹ، پُرانی انار کلی لاہور

'اِک بندۂ عاصی کی اور اتنی مدارتیں'

ڈاکٹر اِسرار احمد

'نوائے وقت' کے ساتھ راقم الحروف کے ذہنی اور قلبی تعلق کا عرصہ اس کی کل عمر سے صرف تیرہ یا چودہ سال کم ہے۔ اس لئے کہ ۴۷۔۱۹۴۶ء میں راقم مسلم ڈسٹوڈنٹس فیڈریشن حصار کے ان کارکنوں میں شامل ہوتا تھا جو ریلوے سٹیشن پر اس ٹرین کا انتظار کیا کرتے جس کے ذریعے "نوائے وقت" کا بنڈل آتا تھا۔

پاکستان کے چالیس سالوں کے دوران بھی اگرچہ راقم کی جماعتی یا تنظیمی وابستگی پر مختلف ادوار آئے لیکن "نوائے وقت' کے ساتھ ذہنی بلکہ اس سے بھی زیادہ قلبی تعلق قائم رہا۔

ادھر کچھ عرصے سے مختلف اسباب کی بنا پر راقم کا نام اخبارات میں آنے لگا تو فطری طور پر "نوائے وقت" کی جانب سے وقتاً فوقتاً تنقید یا ناصحانہ مشورہ ملتا رہا۔ اور اس پر خدا گواہ ہے کہ سوائے ایک بار کے' کبھی دل نے کوئی آزردگی محسوس نہیں کی۔

لیکن جمعرات ۸ر اکتوبر کا شمارہ آیا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ادارتی صفحہ کا پورا نصف زیریں اس عاجز و ناچیز کے لئے وقف ہے۔ اس پر بے اختیار یہ سوال ذہن میں ابھرا کہ آیا "نوائے وقت" کے صفحات کی وقعت کم ہو گئی ہے' یا خدانخواستہ راقم کی شخصیت پر کسی مصنوعی اہمیت کا خول چڑھ گیا ہے کہ ایک اہم قومی روزنامے کے ادارتی صفحے پر بیک وقت دو دو مضامین میرے بارے میں شائع ہوئے ہیں...... ساتھ ہی کئی دن تک مولانا محمد علی جوہر کا یہ مصرعہ ذہن میں گردش کرتا رہا کہ ع

"اک بندۂ عاصی کی اور اتنی مدارتیں!"

عجیب اتفاق ہے کہ میرے حالیہ دو ناصحین میں سے ایک کراچی کے میاں ظفیر احمد صاحب ہیں جنہیں میں اپنا بزرگ سمجھتا ہوں اور دوسرے "نوائے وقت' کے ایک تازہ کالم

نگار جاوید احمد صاحب جو خود مجھے اپنا بزرگ قرار دیتے ہیں!

میاں ظفیر احمد صاحب سے ایک سال قبل جب کراچی میں پہلی ملاقات ہوئی تو راقم کو بالکل ویسا ہی احساس ہوا جیسا لگ بھگ بیس سال قبل مرزا محمد منور صاحب سے پہلی ملاقات پر ہوا تھا۔ یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے اور اس وقت میں نے اپنے اور مرزا صاحب کے ایک مشترک دوست کے سامنے اپنا یہ تاثر بیان کیا تھا کہ "بہت عرصے کے بعد ایک خالص اور مخلص مسلم لیگی سے ملاقات ہوئی" .... اس وقت یاد ہو گا کہ مسلم لیگ کا جسد عنصری تین حصوں میں منقسم ہو چکا تھا، یعنی کنونشن لیگ، کونسل لیگ اور قیوم لیگ اور تینوں لیگوں کے اس وقت کے جملہ زعماء میں سے کسی ایک سے بھی مرزا صاحب کو کوئی خاص حسن ظن نہ تھا..... لیکن اس سب کے باوجود قائد اعظم اور علامہ اقبال دونوں کے ساتھ والہانہ عشق کی بناء پر مرزا صاحب کا قلبی تعلق "مسلم لیگ" کے ساتھ پوری شدت سے برقرار تھا۔ بالکل یہی کیفیت میاں ظفیر احمد صاحب سے مل کر محسوس ہوئی کہ اب جبکہ وقت کے دریا میں بہت سا پانی مزید بہہ چکا ہے۔ جس کے دوران ملک کے دولخت ہونے کا حادثہ بھی پیش آ چکا اور عروج و زوال کے بھی متعدد دور مزید گزر چکے، میاں صاحب کے "مسلم لیگ" کے ساتھ اتنے گہرے ذہنی اور قلبی تعلق سے شدید حیرت ہوئی کہ انہوں نے خود مجھے باضابطہ طور پر مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دی اور اس سے خدا جانتا ہے کہ میرے دل میں ان کی بڑی قدر و منزلت پیدا ہوئی کہ ؏

"وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے"

تاہم میاں صاحب سے یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کی تباہی اور بربادی کا سارے کا سارا الزام دوسروں پر رکھ دینا درست نہیں ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ یہاں معاملہ بالکل وہ ہوا کہ ؏

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

ویسے بھی یہ دنیا کا مسلّم اصول ہے کہ باہر کے حملے اسی وقت کارگر ہوتے ہیں جب اندر شکست و ریخت کے اسباب و آثار موجود ہوں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ پنجاب میں دولتانہ ممدوٹ کشمکش نہ جماعت اسلامی کی پیدا کردہ تھی، نہ کانگریسی یا احراری علماء کی۔ بالخصوص مؤخر الذکر نے تو کم از کم پورے چھ سال سیاست سے علی الاعلان کنارہ کش ہو کر بالکل خاموشی کے ساتھ

بسر کئے تھے .... پھر جب ایک خالص دینی مسئلے پر وہ دوبارہ سرگرم ہوئے تب بھی اس حقیقت سے صرفِ نظر خود فریبی کے سوا کچھ نہیں کہ اس معاملے کو خطرناک اور تباہ کن رخ پر وقت کی صوبائی اور مرکزی حکومتوں کی باہمی کشمکش نے ڈالا تھا .... رہی جماعت اسلامی 'تو اگرچہ خود راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اس کی قیام پاکستان کے بعد کی پالیسی سے نہ صرف یہ کہ مسلم لیگ کو بحیثیت مجموعی شدید ضعف پہنچا بلکہ اس سے بھی اہم تر بات یہ کہ اس کے باعث مسلم لیگ کے ان مخلص اور دیندار عناصر کے ہاتھ کمزور ہو گئے جنہیں خود اپنی ہی جماعت کے لبرل یا سیکولر ذہن کے حامل لوگوں سے مقابلہ درپیش تھا۔ تاہم یہ کہنا کہ جماعت اسلامی نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر اور عواقب و نتائج کے پورے شعور و ادراک کے ساتھ کیا تھا بہت بڑی زیادتی ہی نہیں 'محاسبۂ اخروی کے اعتبار سے نہایت نامناسب بھی ہے۔ اس لئے کہ نیتوں کا حال سوائے اللہ کے اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔

رہا راقم الحروف کے جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے پر میاں صاحب کا رنج و غم تو میرے دل میں اس کی بھی بہت قدر ہے۔ اس لئے کہ خود راقم نے بھی جب تیس برس قبل جماعت کی رکنیت سے استعفاد یا تھا تو اس کے جو جذبات تھے وہ استعفے کی درج ذیل عبارت سے ظاہر ہو جائیں گے کہ :

> "اس دس سال کے عرصے میں میری پوری دنیا جماعت ہی کے چھوٹے سے حلقہ میں محدود رہی ہے۔ تعلقات اور دوستیاں 'محبتیں اور 'الفتیں 'حتیٰ کہ رشتہ داریاں تک اسی حلقہ میں محدود رہیں۔ بیٹھنا اٹھنا بھی اسی میں رہا اور ہنسنا بولنا بھی اسی میں رہا۔ اب دفعتاً اس حلقہ سے نکلتے ہوئے دل و دماغ سخت صدمہ محسوس کر رہے ہیں۔ کتنے ہی بزرگوں سے مجھے والہانہ عقیدت ہے اور کتنے ہی ساتھیوں سے بے پناہ محبت ہے۔ جب میں سوچتا ہوں آج کے بعد شاید میرے یہ بزرگ میری عقیدت کی قدر نہ کریں اور میرے دوست میری محبت پر اعتماد نہ کریں تو دل اندر سے پکڑا سا جاتا ہے۔ پھر میں یہ بھی جانتا ہو کہ جماعت کے بہت سے بزرگ مجھ سے بزرگانہ شفقت کا اور کتنے ہی ارکان و متفق مجھ سے حقیقی محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ جب سوچتا ہوں کہ آج اپنے اس اقدام سے میں نہ معلوم کتنوں کے

جذبات کو مجروح کروں گا تو اپنے ہی آپ میں ایک ندامت کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن اس سب کے باوجود اس اقدام پر مجبوراً اس لئے آمادہ ہو گیا ہوں کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا!۔"

تاہم اس مسئلے کو بھی میاں صاحب نے جس انتہا تک پہنچا دیا ہے وہ ہرگز درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جماعتوں اور تنظیموں میں شرکت و شمولیت مقاصد کے اشتراک اور طریق کار کے ضمن میں اتفاق کی بنیاد پر ہوتی ہے اور انہی دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے فقدان کے باعث علیحدگی بھی ایک فطری اور منطقی عمل ہے۔ اگرچہ یہ علیحدگی بعد میں نتائج و عواقب کے اعتبار سے صحیح بھی ثابت ہو سکتی ہے اور غلط بھی' مفید بھی ثابت ہو سکتی ہے اور مضر بھی!......... اب اگر کسی شخص کا اپنا مزاج "وفاداری بشرطِ استواری" والا ہو تو جہاں اسے دوش نہیں دینا چاہئے وہاں اسے ایک ناقابل استثناء کلیے کی شکل دے دینا بالبداہت غلط ہے کہ ع

"حضرتِ داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے!"

کے مصداق کسی شخص کو ایک بار کسی جماعت میں شامل ہونے کے بعد کبھی کسی بھی صورت میں اس سے علیحدہ نہیں ہونا چاہئے.........اس ضمن میں راقم میاں صاحب سے یہ سوال کرنے کی جسارت کرتا ہے کہ اگر قائد اعظم انڈین نیشنل کانگریس میں طویل عرصے تک نہایت سرگرمی کے ساتھ شامل رہنے کے بعد علیحدہ نہ ہوتے تو پاکستان نام کا کوئی ملک دنیا کے نقشے پر کبھی رونما ہو سکتا تھا؟

جہاں تک پاکستان کی نوجوان نسل کو ذہنی و فکری انتشار اور مختلف النوع مایوسیوں اور دل شکستگیوں میں مبتلا کرنے میں راقم الحروف یا اس کے قبیل کے لوگوں کی ذمہ داری کا تعلق ہے' راقم ادب کے ساتھ گزارش کرتا ہے کہ اس کا تعلق تو خود اسی نسل سے ہے۔ جو قیام پاکستان کے وقت بالکل نوجوان تھی اور جس نے کم از کم ڈیڑھ دو سال خواہ شعوری خواہ غیر شعوری طور پر تحریک پاکستان کے قائدین کی جوتیاں سیدھی کیں تھی۔ یہاں تک کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!" اور "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ!" کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے خود سردار شوکت حیات خان ایسے زعماء کے لئے دیدہ و دل فرش

راہ کیئے تھے جواب ان نعروں ہی سے اعلان برأت کر رہے ہیں.......... سوال یہ ہے کہ ہمیں کس نے بددل اور مایوس کیا تھا کہ ہم مسلم لیگ کا دامن چھوڑ کر ان دوسری جماعتوں کے دامن سے وابستہ ہونے پر مجبور ہوئے جنھوں نے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا نعرہ لگایا۔ اس ضمن میں میاں ظفیر احمد صاحب کا شمار کم از کم میری نسبت سے بزرگوں میں ہونا چاہئے 'لہٰذا وہ سوچیں کہ اس مسئلے میں بھی کہیں معاملہ وہی تو نہیں کہ ع

" میں الزام ان کو دیتا تھا' قصور اپنا نکل آیا!"

اس ساری قیل و قال سے قطع نظر ہم سب کے سمجھنے کی اصل بات یہ ہے کہ یہ وقت شکووں اور شکائتوں یا باہم ایک دوسرے پر الزام دھرنے کا نہیں ہے بلکہ اس اہم ترین اور نازک ترین مسئلے پر مل جل کر غور کرنے کا ہے کہ اس وقت ملک و ملت کی کشتی جس گرداب میں پھنسی ہوئی ہے اس سے اسے کس طور پر سے نکالا جائے؟........ گزشتہ چالیس سال میں یہ ملک جس حال کو پہنچا ہے اور جو انجام بد اب سامنے نظر آ رہا ہے اس ضمن میں قصور کسی ایک فرد یا ایک گروہ یا ایک جماعت کا نہیں ہے بلکہ ع

" ایں خانہ ہمہ آفتاب است!"

کے مصداق اس میں بڑوں اور چھوٹوں اور اپنوں بیگانوں' سب کی غلطیاں شامل ہیں اور اب ہمیں اس قضئیے کو مستقبل کے مؤرخ کے حوالے کر کے کہ ماضی میں کس کا قصور کتنا تھا' اپنی تمام تر توجہات کو حال کی اصلاح اور مستقبل کی تعمیر پر مرکوز کر دینا چاہئے۔

جہاں تک عزیزم جاوید احمد کی 'نوازشات' کا تعلق ہے 'ان کی قائم کردہ "تنقیحات" بلکہ "تنبیہات" کے ضمن میں میرے اور ان کے مشترک بزرگ شیخ جمیل الرحمٰن صاحب جو وضاحتیں کر چکے ہیں" اگر وہ ان پر غور فرمائیں گے تو وہ انشاء اللہ ان کے اطمینان کے لئے کفایت کریں گی..........

("نوائے وقت" شمارہ ۲۲ر اکتوبر میں شائع ہوا)

****

نبی اکرمؐ کی اصل جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کو
کوئی نہیں جان سکتا، مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر"

ہمارے لیے اصل قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ:

کیا ہم آپؐ کے دامن سے صحیح طور پر وابستہ ہیں؟
اِس لیے کہ اِسی پر ہماری نجات کا دار و مدار ہے

اِس اہم موضوع پر
ڈاکٹر اسرار احمد کی مختصر لیکن نہایت مؤثر تالیف

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

ہمارے تعلق کی بنیادیں

کا خود بھی مطالعہ کیجیے اور اس کو پھیلا کر تعاون علی البر کی سعادت حاصل کیجیے

شائع کردہ

مرکزی انجمن خدّام القرآن — لاہور

"اسلامی انقلاب کے المیے" کا تجزیہ

شیخ جمیل الرحمٰن

مؤقر روزنامہ نوائے وقت کے شمارہ ۸ر اکتوبر میں صاحب شذرات نے "اسلامی انقلاب کا المیہ" کے زیرِ عنوان سنجیدگی سے اپنا ذہن قارئین کے سامنے کھول کر رکھا۔ ان کی تنقیحات یقیناً توجہ طلب ہیں۔ انہوں نے جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور اور تنظیمِ اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے فکر اور اسلامی انقلاب کے اس طریق کار کا خلاصہ بھی ٹھیک ہی بیان کیا ہے جسے ان دونوں حضرات نے منہاج نبوت قرار دیا اور الحمدللہ کہ اس کی تصویب بھی کی۔ اگرچہ ابعادِ انقلاب کی ایک اہم جہت کی طرف انہوں نے التفات نہیں کی اور وہ یہ کہ اس عمل میں چونکہ ایک نافذ و موجود نظام کے پورے سیاسی اور معاشی ڈھانچے کو تبدیل کرنا مقصود ہوتا ہے' لہٰذا مفاد یافتہ طبقات سے کشاکش شروع ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کشمکش اور مجاہدہ افراد یا غیر منظم گروپوں کے بس کی بات نہیں ہوتی' ایک مضبوط تنظیم ہی اس کا بیڑا اٹھانے کا حوصلہ کر سکتی ہے۔ اس طرف صاحب شذرات نے توجہ کی ہوتی تو جن حقائق کی نشاندہی انہوں نے کی ہے اور جو ان کے خیال میں اسلامی انقلاب کے ان داعیوں نے نظر انداز کئے رکھے' ان کی تعداد بھی کم ہو جاتی اور ان سطور کے ناچیز راقم کی گفتگو بھی مختصر ہوتی جو عمر عزیز کا سب سے بیش قیمت حصہ مولانا مودودی مرحوم کی تحریک کی نذر کر چکنے کے بعد اب جسم و جان کی بچی کھچی توانائی ڈاکٹر اسرار احمد کی دعوت قرآنی اور تنظیم اسلامی میں لگا رہا ہے۔ اسے اگرچہ یہ سہولت تو حاصل ہے کہ اپنی گفتگو میں دونوں کوششوں کا حوالہ دے سکے اور دونوں کے پس منظر اور درپیش صورتِ حال کو بیک وقت سامنے رکھے' تاہم وہ زبان و بیان میں کسی قابلِ ذکر دسترس کا ہرگز دعویدار نہیں۔ بایں ہمہ یہ تحریر ہی شاید پڑھنے والوں پر غور و فکر کے چند نئے گوشے کھولنے اور کچھ نکات کی وضاحت کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

محولہ بالا کالم میں قائم کردہ ترتیب کے مطابق ہی عرض ہے کہ[۱]

۱۔ صاحبِ شذرات نے بجا فرمایا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح انقلاب کے جملہ مراحل کی اپنی مختصر حیاتِ دنیوی میں تکمیل فرما کر بالفعل اسے برپا کر کے دکھا دیا اس طرح اب قیامت تک کوئی شخص یہ سب کام تنہا نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تو اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ تاریخ انسانی میں حضورؐ سے پہلے بھی کبھی یہ معجزہ رونما نہ ہوا تھا۔ گویا ابتدائے آفرینش سے قیام قیامت تک یہ اپنی طرح کی واحد مثال رہے گی۔ وہ ہرگز اس زعم میں مبتلا نہیں ہیں وہ تو کیا' کوئی اور مرد میدان بھی اس معجزہ کے صدور کی بقائمی ہوش و حواس اپنے آپ سے توقع نہیں رکھ سکتا۔ لیکن ہمارے آقا و مولاؐ اس بات کو تو ہمیشہ کے لئے ثابت کر گئے ہیں کہ کرنے کا کام اور اس کا انداز یہی ہے کہ انقلاب کے جملہ مقتضیات کے لئے جدوجہد کا حق ایک ہی نظم کی لڑی میں منسلک گروہ کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو مختلف افراد یا اداروں کی صوابدید پر چھوڑ دینے سے ربطِ باہم کی صورت پیدا نہیں ہوتی اس کام میں حضورؐ کی رہنمائی منصبِ رسالت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے براہ راست کی تو بعد میں آنے والوں کے لئے خود حضورؐ کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ خضرراہ بنے۔ رہی اتنے ہمہ گیر انقلاب کو عالم واقعہ میں برپا کر کے دکھا دینے کی بات' تو اگرچہ اس کا مکلف تو حضورؐ کا کوئی امتی نہیں' تاہم منہاج نبوتؐ کے اتباع میں اپنی زندگی اس کام میں کھپا دینے کی ذمہ داری ہر اس شخص پر عائد ہوتی ہے جسے قسامِ ازل نے مطلوبہ صلاحیت میں سے کچھ حصہ عطا کیا ہو۔ اس مشن میں کامیابی و ناکامی کا معیار ہی دگر ہے' اور اس کام میں اپنی جملہ صلاحیتیں اور توانائیاں کھپا دینا ہی اصل کامیابی ہے۔

۲۔ یہ تو درست ہے کہ اسلامی انقلاب کے لئے دعوت و جدوجہد کی جہتیں متعدد ہیں اور اپنے مزاج کے لحاظ سے اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہر ایک کے لئے مناسب و موزوں افتادِ طبع رکھنے والے لوگ مہیا ہوں لیکن ان کے کام کو مربوط رکھنے کے لئے لازم آتا ہے کہ سب کو کسی ایک جگہ اور ایک ہی شخصیت کے زیرِ سایہ جمع کیا جائے۔ خود مولانا مودودی مرحوم نے

---

[۱] ۔ یہ وضاحتی مضمون نوائے وقت کی اشاعت ۲۰ر اکتوبر میں شائع ہو چکا ہے اور وہاں سے شکریے کے ساتھ نقل کیا جا رہا ہے۔

ماضیِ قریب میں ان سب طبائع کو اپنی قیادت میں یکجا کر کے دکھا دیا تھا جن کی نشاندہی صاحب شذرات نے بہت سی محترم شخصیتوں کے حوالے سے کی ہے چنانچہ مولانا فراہیؒ کے شاگردِ رشید اور وارثِ علمی مولانا امین احسن اصلاحی نے ۱۷ سال مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے معنوی خلیفہ کی قیادت و سیادت میں بسر کئے' مزید بر آں دیو بند کے حلقے کی مؤقر شخصیت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ اور دبستان شبلیؒ کے گل سر سبد مولانا سلیمان ندویؒ کے شاگردان رشید میں سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور مولانا مسعود عالم ندویؒ جیسے قد آور رجال دین نے بھی اسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور یہ تو محض دو مثالیں ہیں' طوالت کا خوف نہ ہوتا تو یہ عاجز صاحب شذرات کے نامزد تمام آئمہ وَاکابر کے نمائندوں کی فہرست دے سکتا تھا جو اقامت دین کی جدوجہد کے لئے ایک چھت کے نیچے جمع ہوئے اور علیٰ وجہ البصیرت جمع ہوئے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جلد یا بدیر "کوئی کارواں سے ٹوٹا' کوئی بدگماں حرم سے......... " اس سے زیادہ تفصیل میں جانا فی الحال نہ ضروری ہے اور نہ مناسب کہ ع

"انیس ٹھیس نہ لگ جائے آب گینوں کو"

کسی ایک یا متعدد کوششوں کی ناکامی اس بات کو لازم قرار نہیں دیتی کہ بنیادی طریقِ کار اور منہجِ عمل کی پوری بساط ہی لپیٹ دی جائے۔ اب کسی کو نبوت کی معصومیت اور وحی کی رہنمائی تو میسر نہیں ہوگی' اگلوں کی غلطیوں سے سبق لے کر پیچھے آنے والے اپنے کام کی نوک پلک سنواریں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا تا آں کہ اللہ کی کبریائی روئے ارضی کے کسی خطے پر قائم ونافذ ہو جائے اور اس طرح اسلام کے موعودہ عالمی غلبے کی راہ ہموار ہو جائے۔

۳۔ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کی حامل شخصیتوں کا تعاون اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے لئے متوقع ہی نہیں شرطِ لازم ہے اور اس بات سے بھی اتفاق کیا جانا چاہئے کہ ان سب سے آزادیٔ رائے کا حق چھیننا مناسب و معقول طرزِ عمل نہ ہو گا' تاہم اس آزادی کی کوئی حد تو ہوگی۔ یہ تو نہ ہونا چاہئے کہ "من چہ سرائم و طنبورہ من چہ می سرائد" ۔ ایسی بے حد و بے قید آزادی تو اصل مقصد کے لئے اس سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہوگی جس کا اندیشہ صاحب شذرات کو رائے اور عمل کی آزادی سے دستبرداری کے تقاضے کی صورت میں ہے۔ عمل کی آزادی کو کسی بھی عملی جدوجہد میں رائے کی آزادی سے بھی زیادہ پابندِ حدود و قیود ہونا چاہئے۔ بالخصوص انقلابی

جدوجہد کا مرحلہ نظم وضبط کی ایک کم سے کم درجے میں پابندی کے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا اور نظم وضبط عمل کی یک رنگی وہم آہنگی کے بغیر محال مطلق ہے۔ اس ضمن میں قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی مثال بھی رائے اور عمل کی آزادی کے نظریئے پر صادق نہیں آتی۔ حصولِ آزادی کی جدوجہد علامہ اقبالؒ کی زندگی میں جن ادوار سے گزری 'ان کے فکر اور ان کی شاعری میں وہ سنگ ہائے میل کی طرح نمایاں ہیں۔ مزید بر آں فکر و حکمت میں جس مرتبہ و مقام پر حضرت علامہ فائز تھے اس کے علی الرغم کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کی ایک صوبائی شاخ کی صدارت بھی قبول کی اور عملی سیاست سے مزاج کے کوسوں دور ہونے کے باوصف الیکشن کی بھی بادیہ پیائی کی۔ مزید بر آں یہ بات بھی پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ تحریک پاکستان کے آخری مرحلے میں علامہ اگر بقید حیات ہوتے تو قائد اعظمؒ کی قیادت کو اسی طرح دل وجان سے قبول کرتے جیسے قبول کرنے کا حق ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان میں اور پنجاب کے یونینسٹ لیڈروں میں کیا فرق و امتیاز رہ جاتا جو رائے اور عمل کی آزادی کا آخر وقت تک بھرپور استعمال کرتے رہے۔

۴۔ اسلامی انقلاب کے کسی بھی داعی کے لئے قوم کے ذہین عناصر کو ساتھ لے کر چلنا فی الواقع ضروری ہوتا ہے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ ان مشوروں سے اغماض برتنے کے وہ ان کا تو کچھ نقصان کرے نہ کرے 'اپنی راہ ضرور کھوٹی کرے گا۔ لیکن شوریٰ کی رائے کے سامنے سر جھکانا ایک تو دستوری اور قانونی انداز میں ہوتا ہے جس میں فیصلہ کن عامل ؎

"بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے"

کے مصداق "رائے شماری" ہے اور دوسرا طرزِ عمل وہ ہے جس سے ایک صاحبِ امر مشاورت کی روح کو مجروح کئے بغیر اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لے کر آگے بڑھتا ہے۔ بصورتِ دیگر آخر اسے کون سا فوجی یا حکومتی اقتدار حاصل ہوتا ہے کہ لوگوں کی گردنوں پر سوار رہے اور ان سے فرماں برداری کا خراج وصول کرتا رہے۔

۵۔ اپنی پانچویں بات میں صاحب شذرات کچھ زیادہ کھلے تو معلوم ہوا کہ وہ جس سیاق و سباق میں اور جس حوالے سے بات کر رہے ہیں اس کا دائرہ اصلاح و تربیت اور علوم و معارف کی خدمت کے اداروں تک محدود ہے۔ ایسے اداروں کے لئے قاعدے قرینے لگ بھگ وہی

ہونے چاہئیں جو انہیں دل سے عزیز ہیں لیکن خدارا انہیں اسلام کی انقلابی دعوت پر تو چسپاں نہ کریں۔ جہاں تک جماعت سازی اور کسی کی امارت میں جمع ہو جانے کی دعوت کا تعلق ہے تو اس باب میں ہمارے مہربان کا اپنا ذہن بھی صاف نہیں۔ مسلمانوں کو قرآن و سنت کی رو سے جس ایک جماعت کا ہو کر رہنا چاہئے وہ "الجماعت" ہے اور ڈاکٹر اسرار احمد نے (یا قبل ازیں خود مولانا مودودی مرحوم و مغفور نے بھی) کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی تنظیم پر کسی بھی درجے میں "الجماعت" کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس پوری فردِ جرم سے باعزت بری ہو جاتے ہیں جو پانچویں "حقیقت" میں تیار کی گئی ہے۔ انہوں نے دس سال پہلے اور مولانا مودودی نے نصف صدی قبل اقامتِ دین کے لئے ویسی ہی "جماعتیں" بنائی تھیں جیسی جماعت سازی کی صاحب شذرات نے اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ فرق صرف طریق کار میں تھا۔ اس امت کے اجتماعی ضمیر نے اقامتِ دین کی ایسی کوششوں کی ہمیشہ پذیرائی کی ہے' وہ خود حب عاجلہ میں کوئی غلط موڑ مڑ جائیں تو اور بات ہے۔ ایوانِ اقتدار کے دروازے ایسی جماعتوں پر کبھی بھی کھولے نہیں گئے۔ اب تو اندازہ ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کو بھی اپنی دستک کا جواب ملنے کی امید قوی نہیں رہی۔ رہی تنظیم اسلامی تو اس کا تو ہدف ہی مختلف ہے۔

۶۔ چھٹی تنقیح میں مسلمانوں کی طرف سے کافروں کی محکومی سے نجات حاصل کر کے کسی سرزمین میں اپنی آزاد ریاست قائم کرنے کی کوشش میں عدم تعاون پر نفرین ہے۔ اس میں ظاہر ہے کہ روئے سخن کسی اور طرف ہے کیونکہ الحمدللہ' ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پر یہ الزام نہیں دھرا جا سکتا۔ اس لئے کہ ایک تو وہ اوائل عمر میں تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن رہے اور دوسرے ان کی حالیہ تصنیف "استحکام پاکستان" اس قوم دوستی اور حبِّ وطن کا منہ بولتا ثبوت ہے جو اس ملک خداداد میں بسنے والے کسی بھی نیک سرشت مسلمان کو پاکستان سے ہو سکتی ہے۔

۷۔ صاحب شذرات کی ساتویں بات فطری طور پر بالکل بجا ہے کہ جب تک علم و تحقیق اور اصلاح و تزکیہ کے میدان میں اتنا کام نہ ہو جائے کہ معاشرے میں نمایاں تبدیلی کے آثار ظاہر ہونے لگیں' اس وقت تک انقلابی قیادت کا نعرہ اور اربابِ اقتدار سے حریفانہ کشاکش کسی تحریک کو اسلامی انقلاب کی منزل سے دور ہی کرنے کا باعث بنے گی لیکن کیا ہمارے ملک کے

مخصوص حالات کسی اضافی حکمت عملی کے متقاضی نہیں؟ یہاں منفی قوتوں کی جو منہ زور آندھیاں چل رہی ہیں ان کے مقابل ایسے مثبت کام کی شمعیں جلیں تو کیوں کر.......... ہاں! انقلابی قیادت کا نعرہ جس نے لگایا اپنی صوابدید پر لگایا ہو گا۔ ہم تو قیادت کی نہیں نظام کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں، ہم ارباب اقتدار کے حریف بھی نہیں، بتوفیق الٰہی جب بھی اٹھے انشاء اللہ منکر کے خلاف اٹھیں گے اور فی الوقت اس کے لئے ایک مضبوط تنظیم کی اساس مستحکم کرنے میں لگے ہوئے ہیں!

۸۔ آٹھویں حقیقت پر تو یہ عاجز بھی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طرف سے بلا تامل صاد کرتا ہے۔[1]

۹۔ نویں اور آخری بات ؏

"مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات"

کی مصداق کامل ہے اور شاید صاحب شذرات کے من کی اصل مراد بھی.......... کہ بے چارہ مولوی ان کے اعصاب پر سوار ہے ورنہ حمید الدین فراہیؒ نے جو کام قرآن مجید پر کیا ہے اس کی قدر دانی اور اس سے کسبِ فیض کو ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے ساتھی سعادت سمجھتے ہیں اور اس کے اعتراف بلکہ اظہار و اعلان میں بھی کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ بایں ہمہ انہیں معارف اسلامی کی تشکیل جدید کے لئے پرانے مدرسوں اور خانقاہوں کی دریوزہ گری میں بھی عار نہیں محسوس ہوتی بلکہ وہ بحمد للہ اسی میں عافیت پاتے ہیں۔ اس معاملے میں بھی وہ علامہ اقبالؒ مرحوم ہی کے طریق کار پر عمل پیرا ہیں جنہوں نے اپنی تمام جلالت علمی و فکری کے باوصف

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

---

[1] ۔ صاحب شذرات کی آٹھویں حقیقت یہ تھی کہ "اس زمانے میں اسلامی انقلاب کے لئے انتقال اقتدار کا مرحلہ وقت آنے پر انتخابی عمل کے ذریعے سے بھی طے ہو سکتا ہے" یہ ہمارے نزدیک ایک ان ہونی سی بات ہے تاہم اتفاق جس امر سے ظاہر کیا گیا ہے وہ یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ "لیکن وقت سے پہلے ہر سیاسی انتخاب کے موقع پر محض دین کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لئے اس میں حصہ لینے کا فیصلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو دعوت اور سیاست کو بس اتنا ہی جانتے ہوں جتنا ان دونوں لفظوں کے معنی اردو کی کسی لغت میں دیکھ کر کوئی شخص انہیں جان سکتا ہے"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب بیعت

صحابۂ کرامؓ کا آنحضرتؐ سے بیعت ہونا اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء سے بیعت ہونا اور اقسامِ بیعتؐ

(نوٹ: مغربی فکر اور فلسفے کے ہمہ گیر تسلط اور مادر پدر آزاد تہذیب و تمدن کے عالمگیر غلبے کے زیر اثر مسلمانوں میں جن اہم دینی و اسلامی الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال تقریباً متروک و معدوم کے درجے میں آگیا ہے اُن میں سے ایک لفظ 'بیعت' بھی ہے۔

قرآن و حدیث اور سیرت و تاریخ کے مطالعے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک اہم دینی اصطلاح ہے اور اسے دین و شریعت کی اساس پر یا اُن کے مقاصد کے حصول کے لئے قائم ہونے والی ہر ہئیتِ اجتماعیہ کے اصل الاصول کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ خواہ تنظیم اور جماعت سازی کا معاملہ ہو خواہ حکومت اور ریاست یعنی نظامِ خلافت کے قیام کا سب کے لئے واحد منصوص و مسنون اساس 'بیعت' ہی ہے، ــــــ حتیٰ کہ جب حالات کے تقاضے کے تحت نظامِ حکومت سے علیحدہ اور آزاد سلسلۂ اصلاح وارشاد کا آغاز ہوا تو اس کے لئے بھی یہی اصطلاح استعمال ہوئی۔

افسوس کہ اِدھر لگ بھگ پچاس ساٹھ سال سے اس اصطلاح کا استعمال صرف آخر الذکر دائرے میں رہ گیا ہے اور چونکہ اس میدان میں بھی ملت کے عمومی زوال اور اضمحلال کے بہت سے مظاہر میں سے ایک مظہر کے طور پر اکثریت پیشہ ور طالبانِ دنیا کی ہوگئی لہٰذا عوام الناس میں عموماً اور جدید تعلیم یافتہ طبقے میں خصوصاً یہ لفظ بدنام ہو کر کم و بیش ایک 'گالی' کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

الحمدللہ کہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف دہلویؒ نے اپنی مشہور کتاب "حیاۃ الصحابہؓ" میں ایک پورا باب بعنوانِ

مندرجہ بالا کے تحت درج فرمایا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دورِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ لفظ کس کثرت سے مستعمل تھا۔ ہمارے نزدیک یہ مولانا موصوفؒ کی اہم دینی خدمت ہے کہ حدیثِ نبویؐ کے وسیع و عریض ذخیرے سے یہ سارا مواد جمع کر کے پیش فرما دیا ہے۔

البتہ جہاں تک عنوانات کا تعلق ہے یہ حضرت مولاناؒ کا اپنا اجتہاد ہے، جس کے ضمن میں قیل وقال کی گنجائش ہے۔ مثلاً صفحہ ۲۷۶ پر "کہنا سننے اور فرمانبرداری پر بیعت" کے ذیل میں حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی جو متفق علیہ روایت درج ہے، ہمارے نزدیک اس کا صحیح تر عنوان "بیعتِ تنظیم" ہے۔ چنانچہ اسی کو تنظیم اسلامی کی اساس بنایا گیا ہے۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ "سمع وطاعت" کے ساتھ "فی المعروف" کے الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسلیے کہ مطلق اطاعت صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو سکتی تھی، خود آپ کے زمانے میں بھی آپؐ کے نامزد کردہ امراء یا آپ کے بعد آپؐ کے خلفاء یا اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیئے قائم ہونے والی کسی جماعت کے امیر کی اطاعت صرف 'معروف' میں یعنی اللہ اور رسولؐ کے احکام و فرامین کے دائرے کے اندر اندر ہو سکتی ہے۔ بہرحال اس وقت اصلاً اس موضوع پر تفصیلی گفتگو مطلوب نہیں ہے بلکہ قارئین کے سامنے حدیثِ نبویؐ کے مبارک ذخیرے سے جمع شدہ قیمتی مواد پیش کرنا ہے، (ا۔ا۔ر)

اسلام پر بیعت

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چیزوں پر بیعت لی جن پر کہ آپؐ عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ جو شخص ہم میں سے آپؐ کی ممنوعات سے اجتناب کرتے ہوئے مر گیا، آپؐ اس کے لئے جنت کے ضامن ہوئے اور جس کی اس حالت میں وفات ہوئی کہ ممنوعات میں سے کسی شے کا ارتکاب کیا اور اس پر حد بھی قائم کی گئی۔ یہ حد اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی تھی اور جس نے اس حالت میں وفات پائی، کہ ممنوعات کا ارتکاب کیا اور اس کی پردہ دری نہ کی، اس کا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔[1]

اسودؓ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن قرن پہاڑی

[1] اخرجہ الطبرانی۔

[2] قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۶ وفیہ سیف بن ہارون وثقہ ابو نعیم وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی۔ واخرجہ ایضاً ابن جریر کما فی الکنز ج ۱ ص ۸۲ وسیأتی الحدیث فی بیعۃ النساء ص ۲۵۵ واخرج احمد عن عبداللہ بن عثمان بن خثیم ان محمد بن الاسود بن خلف اخبرہ

کی طرف رخ کئے بیٹھے ہوئے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ آپؐ نے لوگوں سے شہادت اور اسلام پر بیعت لی، میں نے پوچھا، شہادت کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ محمد بن اسود نے مجھے بتایا کہ حضورؐ نے صحابہؓ سے اللہ پر ایمان لانے کی اور اس بات کی شہادت کی بیعت لی کہ بے شک سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں[۱]۔

بیہقی کی روایت میں ہے آپؐ کے پاس چھوٹے بڑے، مرد اور عورت آئے آپؐ نے ان سے اسلام اور شہادت پر بیعت لی[۲]۔

مجاشع بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ ہم سے ہجرت پر بیعت لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہجرت تو اہلِ ہجرت کے ساتھ ختم ہوگئی (اب ہجرت کا زمانہ نہیں) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ کس چیز پر بیعت لیں گے؟ آپؐ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر[۳]۔

حضرت زیاد بن علاقہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جریرؓ بن عبد اللہ کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی کے انتقال کے وقت لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اللہ وحدہ لاشریک لہٗ سے ڈرنے کی اور وقار اور سکون کی بے شک میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس ہاتھ سے اسلام پر بیعت کی، اور مجھ پر اس بات کی شرط لگائی کہ میں ہر مسلمان کو نصیحت کروں، ربِ کعبہ کی قسم میں تم سب لوگوں کو نصیحت کر رہا ہوں اور اللہ پاک سے طلب مغفرت کر رہا ہوں، اس کے بعد منبر پر سے اُتر آئے[۴]۔

اسلامی اعمال پر بیعت

بشیر بن خصاصیہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر

---

[۱] کذا فی البدایۃ ج ۴ صـ۳۱۸ وقال تفرد بہ احمد وقال الہیثمی ج ۶ صـ۳۷ ورجالہ ثقات [۲] کذا فی البدایۃ ج ۴ صـ۳۱۸ وبہذا السیاق اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر کما فی مجمع الزوائد ج ۶ صـ۳۷ وہکذا اخرجہ البغوی وابن السکن والحاکم وابو نعیم کذا فی الکنز ج ۱ صـ۸۲ [۳] واخرج الشیخان [۳] کذا فی العینی ج ، صـ۱۶ واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وزاد قال فلقیت اخاہ فسالتہ، فقال صدق مجاشع کذا فی کنز العمال ج ۱ صـ۸۲ [۴] اخرج ابو عوانۃ فی مسندہ ج ۱ صـ۳۸ عن زیاد بن علاقۃ [۴] واخرج البخاری اتم منہ ج ۱ صـ۱۴ واخرج البیہقی وغیرہ عن زیاد بن الحارث الصدائی قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعتہ علی الاسلام فذکر الحدیث بطولہ کما تقدم فی باب الدعوۃ حیاۃ الصحابہ عربی ج ۱ صـ۱۸۰۔ [۵] اخرج الحسن بن سفیان والطبرانی فی الاوسط وابو نعیم والحاکم والبیہقی وابن عساکر

ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھ سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ آپ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف دراز کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دو کہ سوائے اللہ وحدہٗ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، صحیح اوقات پر پانچوں وقت کی نماز پڑھو۔ زکوٰۃ فرض کی ادائگی کرتے رہو، رمضان کا روزہ رکھتے رہو اور حج بیت اللہ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، میں نے عرض کیا کہ یہ سب کچھ میں کروں گا مگر ان میں سے دو باتوں کی مجھ میں طاقت نہیں، ایک تو زکوٰۃ کی، خدا کی قسم، میرے پاس دس اونٹنیاں ہیں، انہیں کا دودھ میرے گھر والوں کا ذریعۂ معاش ہے اور یہی اُن کی بار برداری کرتے ہیں، دوسرے جہاد ہے، میں ایک کم زور دل کا انسان ہوں، لوگ یوں کہتے ہیں کہ جس نے جہاد سے پشت پھیری وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور مجھے بہت بڑا خطرہ ہے کہ اگر دشمن سے مقابلہ آپڑا تو مجھ پر ڈر غالب ہوا اور میں بھاگ کھڑا ہوا، تو اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹوں گا۔ یہ سن کر حضورؐ نے دستِ مبارک سمیٹ لیا، پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے فرمایا کہ اے بشیر! نہ صدقہ دینے پر تیار ہو نہ جہاد پر تو پھر کیسے جنت میں داخل ہو گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہاتھ بڑھائیے، میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، آپ نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اور میں نے ان تمام باتوں پر بیعت کرلی [۱]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے نماز کے قائم کرنے، زکوٰۃ کے دینے اور ہر مسلمان کو نصیحت کرنے پر بیعت کی [۲] دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت جریرؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ پر شرط لگائیے۔ آپ شرط کو زیادہ جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تنہا اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ نماز کو قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا اور ہر مسلمان کو نصیحت کرنا، اور شرک سے بالکل یک طرف ہو جاؤ۔ [۳] حضرت جریرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا اے جریر! ہاتھ بڑھاؤ، جریر نے کہا، کس چیز پر؟ آپؐ نے فرمایا اپنے کو اللہ کے سپرد کر دو اور ہر مسلمان کو نصیحت کرتے رہنا؟ چنانچہ اُنہوں نے آپؐ کے ہاتھوں اس پر بیعت کی، آدمی انتہائی سمجھ دار تھے، عرض کیا یارسول اللہ! جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا،

---

[۱] کذا فی کنز العمال ج ۷، ص ۱۲ واخرجہ احمد ورجالہ موثقون کما قال الہیثمی ج ۱ ص ۴۲ [۲] اخرج احمد [۳] واخرجہ ایضاً ابن جریر مثلہ کما فی کنز العمال ج ۱ ص ۱۵ والشیخان والترمذی کما فی الترغیب ج ۳ ص ۲۳۶ [۴] واخرج احمد من وجہ آخر ونحوہ ورواہ النسائی کما فی البدایۃ ج ۵ ص ۷۸ واخرجہ ابن جریر مثلہ الا انہ قال وتنصح المسلمین وتفارق الشرک کما فی الکنز ج ۱ ص ۱۵ [۵] واخرج الطبرانی۔

ان کے بعد ہی لوگوں کے لئے یہ آسانی ہو گئی[۱] عوف بن مالک[۲] اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی حضورؐ کی خدمت میں موجود تھے، آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے؟ جب آپؐ تین مرتبہ فرما چکے تو ہم لوگوں نے آگے بڑھ کر آپؐ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت تو کرلی مگر کس چیز پر بیعت کی؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، پانچوں وقت کی نماز ادا کرو، اور ایک جملہ آپؐ نے اور آہستہ سے فرمایا کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو راوی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں حضرات میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر سواری پر ہے ان کا کوڑا گر گیا ہے تو کسی سے یہ نہیں کہا کہ یہ ہمیں اٹھا کر دے دو[۳]

حضرت[۴] ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون بیعت کے لئے آمادہ ہے؟ آپؐ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے آپؐ کے ہاتھوں پر بیعت کی، عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اس شرط سے کہ کسی سے کوئی سوال نہ کرنا حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا، اس میں کیا ثواب ہے یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اس کا ثواب جنت ہے، چنانچہ حضرت ثوبانؓ نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبانؓ کو مکہ کے بھرے مجمع میں دیکھا کہ سواری پر سے ان کا کوڑا گر گیا اور بعض دفعہ تو کسی آدمی کی گردن پر جا رہا وہ آدمی اس کوڑے کو لے کر انہیں دینا چاہتا تھا یہ نہیں لیتے تھے اور خود اُترتے اور کوڑے کو لیتے[۵]

ابوذرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضورؐ نے پانچ مرتبہ بیعت لی اور سات چیزوں کی تاکید فرمائی، اور سات ہی مرتبہ آپؐ نے اللہ پاک کو میرے اوپر گواہ بنا کر فرمایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں۔ ابو مثنیٰ کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضورؐ نے بلا کر فرمایا کیا تمہیں بیعت ہونے کی رغبت ہے؟ اور تمہارے لئے جنت ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! اور میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ آپؐ نے میرے اوپر شرط لگاتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ میں نے کہا،

---

[۱] کذا فی الکنز ج ۱ ص ۸۲ - [۲] اخرج الرویانی وابن جریر وابن عساکر عن عوف بن مالک
[۳] کذا فی الکنز ج ۱ ص ۸۳ واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی والنسائی کما فی الترغیب ج ۲ ص ۹۵
[۴] اخرج الطبرانی فی الکبیر [۵] کذا فی الترغیب ج ۲ ص ۱۰۰ واخرجہ ایضاً احمد والنسائی وغیرہما من ثوبان مختصراً وذکر قصۃ السوط لابی بکرؓ کما فی الترغیب ج ۲ ص ۱۰۱-۹۹ [۶] واخرج احمد

بہت بہتر۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوڑے اُٹھانے کا بھی مطالبہ نہ کرنا۔ اگر تمہارے ہاتھ سے گر پڑے تم خود اُترنا اور اُس کو اُٹھانا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ چھ دن تک آپؐ مجھ سے یوں فرماتے رہے، اے ابوذر! اچھی طرح سمجھ لینا جو تم سے بعد میں کہا جائے گا۔ جب ساتواں روز ہوا، آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پس پردہ بھی اور کھلم کھلا بھی، اور جب تم سے کوئی گناہ کا کام ہو جائے تو اس کے بعد بھلا کام ضرور کرنا، کسی سے کسی ادنیٰ شئے کا بھی مطالبہ نہ کرنا۔ حتیٰ کہ گرے ہوئے کوڑے کو بھی اُٹھانے کو نہ کہنا اور کسی کی امانت پر قبضہ نہ کرنا۔[۱]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ابوذرؓ اور عبادہ بن صامتؓ اور ابوسعید خدریؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے اور چھٹے صاحب اور تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر بیعت کی کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ ان چھٹے صاحب نے حضورؐ سے بیعت واپس لی، آپؐ نے بیعت واپس کردی۔[۲]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اُن نقیب لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے حضورؐ سے بیعت کی تھی۔ ہم لوگوں نے آپؐ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ چوری نہ کریں گے۔ زنا نہ کریں گے اور وہ قتل جس کو اللہ پاک نے حرام قرار دیا ہے نہ کریں گے، مگر حکمِ خداوندی کے مطابق، لُوٹ نہ ڈالیں گے، نافرمانی نہ کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا تھا اگر ہم ان کاموں کو بجالائے، تو ہمارے لئے جنّت ہے، اور اگر ان ممنوعات میں سے کسی بات کا ہم لوگوں سے ارتکاب ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ ابن جریرؒ کی روایت میں اس طرح پر ہے کہ ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس شرط پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا جس نے تم میں سے اس وعدے کو وفا کیا، اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جس نے اس میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا، اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، خواہ وہ سزا دے یا اسے معاف فرمائے۔[۳]

---

[۱] کما فی الترغیب ج ۲ ص ۹۹ [۲] اخرج الشاشی و ابن عساکر [۳] کذافی الکنز ج ۱ ص ۸۲ — واخرجہ ایضاً الطبرانی بنحوہ قال الہیثمی ج ۷ ص ۲۶۳ وفیہ عبدالمہیمن بن عیاش وہو ضعیف [۴] واخرج مسلم [۵] کذافی الکنز ج ۱ ص ۸۲

عبادہ[1] بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبۂ اولیٰ میں ہم گیارہ آدمی تھے۔ ہم لوگوں نے حضورؐ سے انہیں باتوں پر بیعت کی جن پر عورتیں بیعت کرتی ہیں اور اس وقت تک ہم لوگوں پر جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا۔ ہم لوگوں نے آپؐ سے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گے۔ چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اور نہ ایسا بہتان باندھیں گے جس کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑا ہو اولاد کو ہم قتل نہ کریں گے، کسی بھلے کام میں اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ جس نے یہ وعدہ وفا کیا اس کے لئے جنت ہے، اور جس سے ان ممنوعات میں سے کسی کا ارتکاب ہوا، اس کا فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے، اگر چاہے سزا دے، چاہے معاف کردے، پھر اگلے سال آکر بیعت کی[2]

ہجرت پر بیعت

حضرت[3] یعلی بن منیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دوسرے روز میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ سے آپ ہجرت پر بیعت لے لیجئے، آپؐ نے فرمایا کہ ہجرت پر نہیں، میں تو جہاد پر بیعت لوں گا۔ ہجرت فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی۔ ایک[4] اور روایت میں اس طرح ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے ہجرت پر بیعت لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا، ہجرت اہل ہجرت کیساتھ چلی گئی اور حدیث[5] جریر میں ہے شرک سے بچنا، انہیں کی ایک اور[6] روایت میں فرمایا کہ مومن کے ساتھ خیر خواہی کرنا اور شرک سے بچنا۔ حارث[7] بن زیاد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یوم خندق میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ لوگوں سے ہجرت پر بیعت لے رہے تھے۔ میرا گمان ہوا کہ یہ لوگ بیعت کے لئے بلائے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس سے بھی ہجرت پر بیعت لے لیجئے آپؐ نے فرمایا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے چچیرے بھائی حوط بن یزید ہیں، یا یزید بن حوط، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم لوگوں سے بیعت نہیں لیتا۔ لوگ تو تمہاری طرف ہجرت کر کے آتے ہیں، تم لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نہ جاؤ گے قسم اس ذات کی کہ میرا نفس اس کے ہاتھ میں ہے، کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو انصار سے مرتے دم تک

---

[1] واخرج ابن اسحاق وابن جریر وابن عساکر[2] کذا فی الکنز ج ۱ ص۸۲ واخرجہ الشیخان نحوہ کما فی البدایہ ج ۳ ص۱۵۰ [3] واخرج البیہقی ج ۹ ص۱۶ [4] وقد تقدم حدیث مجاشع، حیاۃ الصحابہ عربی ج ۱ ص۲۱۹ [5] حیاۃ الصحابہ ج ۱ ص۲۲۱ [6] وعند البیہقی ج ۹ ص۱۳ [7] واخرج احمد والبخاری فی التاریخ وابن ابی خیثمہ وابو عوانہ والبغوی وابو نعیم والطبرانی۔

محبت کرے۔ مگر اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس آدمی کو دوست رکھتا ہے اور جو آدمی انصار سے عداوت رکھتا ہے وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضبناک ہوگا [1]

ابو اسید [2] ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے موقع پر لوگ آپؐ کی خدمت میں ہجرت کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئے، جب آپؐ فارغ ہو گئے، آپؐ نے فرمایا اے انصاری بھائیو! تم لوگ ہجرت پر بیعت نہ کرو۔ لوگ تو تمہاری طرف ہجرت کرکے آرہے ہیں۔ جو آدمی اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ انصار کو دوست رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو دوست رکھے گا اور جو اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ انصار سے عداوت رکھتا ہو، اللہ اس سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ اس پر انتہائی ناراض ہوگا [3]

نصرت پر بیعت

حضرت جابر [4] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دس سال اس طرح پر گذارے کہ لوگوں کے پاس اُن کی منزل گاہوں پر جایا کرتے تھے، عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں اور حج کے موسم میں اور آپؐ فرماتے کون مجھے ٹھکانا دے گا اور کون میری نصرت کو تیار ہے کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچادوں اور اس نصرت کرنے والے کے لئے جنت ہے، کوئی ایک بھی آپؐ کو ٹھکانا دینے اور آپؐ کی نصرت کے لئے تیار نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی یمن یا مضر سے مکہ آنے کا ارادہ کرتا تو اس کے پاس اس کی برادری اور قریبی رشتے دار آکر کہتے، اُس قریشی نوجوان سے بچ کر رہنا، ایسا نہ ہو کہ تم کو فتنہ میں ڈال دے۔ آپؐ اُن کے کجاوں کے درمیان سے گذرتے لوگ آپؐ کی طرف اُنگلیوں سے اشارہ کرتے، یہاں تک کہ اللہ پاک نے یثرب (مدینہ) سے ہم لوگوں کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہم لوگوں نے آپؐ کو پناہ دی، اور آپؐ کی تصدیق کی۔ ہمارے آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپؐ پر ایمان لاتے، آپؐ اس کو قرآن پڑھاتے۔ جب وہ گھر واپس آتا، اس کے اسلام لانے کی وجہ سے لوگ مسلمان ہوجاتے۔ یہاں تک کہ انصار کے گھرانوں میں کوئی گھرانہ نہ بچا جس میں آٹھ نو مسلمان اسلام کو ظاہر کرنے والے نہ ہوں۔ ایک روز ہم سب نے مشورہ کیا اور یہ کہا کہ ہم لوگ حضورؐ کو مکہ میں اس حالت میں کب تک چھوڑے رکھیں گے کہ آپؐ

---

[1] کذا فی الکنز ج ۷ ص ۱۳۴ واخرجہ ایضاً ابوداؤد کما فی الاصابۃ ج ۱ ص ۲۷۹۔ و قال الہیثمی ج ۱۰ ص ۳۸ رواہ احمد والطبرانی باسانید ورجال بعضہا رجال الصحیح غیر محمد بن عمرو، وہو حسن الحدیث انتہی [2] واخرج الطبرانی [3] قال الہیثمی ج ۱۰ ص ۳۸ وفیہ عبدالحمید بن سہیل ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات [4] اخرج احمد۔

پہاڑوں اور وادیوں میں گشت کریں اور لوگوں کے خوف و خطر میں مبتلا رہیں۔ چنانچہ ہم میں سے آپؐ کے پاس ستر آدمی موسم حج میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم لوگوں نے آپؐ سے بات چیت کرنے کے لئے عقبہ گھاٹی طے کی۔ ہم لوگ گھاٹی میں ایک ایک دو دو کر کے جمع ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، ہم لوگوں نے کہا ہم آپؐ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپؐ نے فرمایا، تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ ہر حال میں تم سنو اور میری اطاعت کرو، جی چاہے یا نہ چاہے۔ تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں خرچ کرو، بھلی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے روکو۔ لوگوں میں اللہ کی باتوں کا چرچا کرنا اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنا، تم لوگ میری امداد کرنا اور جب میں تمہارے یہاں آجاؤں، میری حفاظت اسی طرح پر کرنا جس طرح پر کہ تم اپنی اور اپنی اولاد اور ازواج کی کرتے ہو، اگر تم نے ایسا کر لیا تو تمہارے لئے جنت ہے، ہم لوگ آپؐ کی طرف لپکے اور آپؐ کا ہاتھ اسعد بن زرارہؓ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور یہ ہم لوگوں میں سب میں چھوٹے تھے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ وہ ستر آدمیوں میں میرے سوا سب سے چھوٹے تھے، اور کہا ٹھہرو اے اہلِ یثرب! ہم لوگوں نے اس سفر میں اونٹوں کے کلیجے محض اس لئے چھلنی کئے ہیں کہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، اور آج آپؐ کو لے چلنا تمام عرب سے عداوت مول لینی ہے، تمہارے بڑے بڑے لوگ قتل کئے جائیں گے اور تلواریں تمہارے حصے بخرے کر دیں گی، پس اگر تم میں ان امور کے صبر کی طاقت ہے تو آپؐ کو ہمراہ لے چلو، اور تمہارا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اور اگر تم اپنے نفسوں میں کچھ خوف و خطر محسوس کرتے ہو تو آپؐ کو چھوڑ دو۔ اور آپؐ سے صاف صاف کہہ دو۔ حضورؐ تم لوگوں کے لئے اللہ پاک سے عذر خواہی کر لیں گے۔ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر لوگوں نے کہا، میاں اسعد! ذرا تم پیچھے ہٹو، خدا کی قسم ہم اس بیعت کو چھوڑنے والے نہیں اور ہر گز یہ بیعت نہ توڑیں گے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضورؐ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور ہم نے آپؐ سے بیعت کی۔ آپؐ نے ہم لوگوں سے کچھ شرطیں لیں اور ان کے وفا کرنے پر آپؐ نے جنت کا وعدہ فرمایا[1]

کعب[2] بن مالکؓ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ہم لوگ گھاٹی میں جمع ہو کر آپؐ کا انتظار

---

[1] وقد رواہ احمد ایضاً والبیہقی من غیر ہذا الطریق ایضاً، وہذا اسناد جید علی شرط مسلم، ولم یخرجوہ۔ کذا فی البدایۃ، ج ۳ ص ۱۵۹ وقال الحافظ فی فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۶ اسنادہ حسن وصححہ الحاکم وابن حبان۔ اھ وقال الہیثمی ج ۶ ص ۴۶ ورجال احمد رجال الصحیح وقال رواہ البزار وقال فی حدیثہ فواللہ لانذر ہذہ البیعۃ ولانستقیلہا [2] اخرج ابن اسحاق۔

کر رہے تھے۔ آپؐ ہم لوگوں کے پاس حضرت عباس رضؓ کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضرت عباس رضؓ اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے، اپنی قوم کے دین پر تھے۔ مگر انہیں یہ بات زیادہ محبوب تھی کہ اپنے بھتیجے کے کام میں حاضر رہیں، اور آپؐ کی نصرت کریں۔ جب آپؐ تشریف فرما ہوئے تو شروع میں حضرت عباس رضؓ نے گفتگو کی اور کہا، اے خزرج کے لوگو! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہیں۔ ہم نے اپنی قوم سے آپؐ کی حفاظت کی۔ باوجودیکہ میں بھی اس قوم کا ایک فرد ہوں۔ یہ اپنی تمام قوم سے معزز ہیں اور اپنے شہر میں حفاظت سے ہیں اور انہوں نے یہاں رہنے سے انکار کیا اور تمہارے ساتھ ملنا اور رہنا چاہتے ہیں، پس تم لوگ اس بات پر غور کرلو کہ اگر تم آپؐ کے ساتھ اس معاملہ میں وفا برت سکتے ہو جس کی طرف تم آپؐ کو لے جا رہے ہو اور آپؐ کی حفاظت آپؐ کے مخالفین سے کرسکتے ہو، پس تم اپنے اوپر اور اپنی ذمہ داری پر خوب غور کرلو، اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ آپؐ کو لے جانے کے بعد دشمنوں کے سپرد کردو اور آپؐ کی نصرت اور امداد نہ کرسکو تو اسی وقت آپؐ کو چھوڑ دو۔ آپؐ بڑی عزت اور بڑی حفاظت کے ساتھ اپنے شہر اور اپنی قوم میں ہیں، حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عباس رضؓ سے کہا کہ ہم لوگوں نے آپؐ کی بات کو سن لیا، یارسول اللہ! آپ فرمائیے، آپؐ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو شرطیں مناسب سمجھیں لے لیں۔ حضورؐ نے کلام کیا، اولاً قرآن شریف کی تلاوت فرمائی۔ اللہ کی طرف دعوت دی۔ اسلام کے بارے میں رغبت دلائی اس کے بعد فرمایا، میں تم لوگوں سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری حفاظت کرو اسی طرح پر جس طرح کہ تم اپنی عورتوں اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو۔ حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں، براء بن معرور رضؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہاں یارسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم آپ کی اسی طرح پر حفاظت کریں گے جس طرح پر کہ ہم اپنی ذریات اور خاندان کی حفاظت کرتے ہیں، ہم سے یارسول اللہ بیعت لیجیے۔ ہم لوگ خدا کی قسم جنگ جو ہیں اور یہ چیز ہماری میراث میں ہمارے بڑوں سے چلی آرہی ہے، ابھی براء رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض و معروض کر ہی رہے تھے کہ بیچ میں ابو الہیثم رضؓ بن تیہان بول پڑے اور کہا یارسول اللہ! ہمارے اور کچھ لوگوں (یہود) کے درمیان تعلقات ہیں اور ہم اس کو بھی ختم کردیں گے۔ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ ادھر تو ہم تعلقات ختم کریں اور ادھر اللہ پاک آپ کو اپنی قوم پر غلبہ دیدے اور آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنی قوم میں چلے آئیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دئے، اور

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا، میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا مدفن تمہارے مدفن کے ساتھ، میں تم میں سے ہوں، اور تم مجھ سے ہو، میں اُس سے لڑوں گا جس سے تم لڑوگے اور میں اُس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کروگے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں سے بارہ آدمیوں کو منتخب کرکے میرے پاس بھیج دینا جو اپنی قوم کی طرف سے جو کچھ ان میں مشورہ ہو اس کی اطلاع لائیں، چنانچہ بارہ افراد چنے گئے، نو خزرج میں سے اور تین اوس میں سے[1]

حضرت[2] عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان حضرات میں سے) جس نے شروع میں آپؐ سے بیعت کی، ابوہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور لوگوں کے درمیان رسی ہے اور وہ رسی قسم اور وعدے ہیں، شاید کہ ہم ان لوگوں سے قطع تعلق کرلیں، اور اس کے بعد آپ اپنی قوم کی طرف لوٹ آویں۔ ایسی صورت میں ہم نے تو رسی کاٹ دی اور لوگوں سے لڑائی بھی مول لے لی۔ (اور آپ سے مفارقت بھی) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، آپؐ نے فرمایا، میرا خون تمہارے خون کے ساتھ ہے، اور میرا مدفن تمہارے مدفن کے ساتھ جب ابوالہیثم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بات کا جواب سن کر راضی ہوگئے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوکر کہا، اے لوگو! یہ اللہ کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ سچے ہیں، آپؐ آج کے دن اللہ کے حرم اور اس کی حفاظت کی جگہ ہیں، اپنی قوم اور اپنے خاندان میں ہیں۔ تمہیں واضح ہوجانا چاہیئے کہ اگر تم لوگ آپؐ کو لے گئے تو سارے عرب مل کر تم کو ایک تیر سے نشانہ بنالیں گے پس اگر تم لوگوں کو یہ بات پسند ہے کہ اللہ کے راستے میں شہید ہوجاؤ اور اپنے مال اور اولاد سے ہاتھ دھولو تو آپؐ کو اپنی سرزمین میں لے چلنے کی دعوت دو، خدا کی قسم یہ صحیح ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اگر تمہیں رسوائیوں کا ڈر ہو تو ابھی کہہ سن لو۔ یہ سن کر انصار نے عرض کیا، ہم لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی ہر اس بات کو مان لیا جو آپؐ نے ہمارے اوپر پیش کی اور ہم نے اپنی طرف سے آپؐ کی ہر وہ بات منظور کرلی، جس کو آپؐ نے ہم سے فرمایا، اے ابوالہیثم! ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے ایک

---

[1] کذا فی البدایۃ ج ۳ ص۱۶۱۔ والحدیث اخرجہ ایضاً احمد والطبرانی مطولا کما فی مجمع الزوائد ج ۶ ص۴۲ وقد ساقہ بطولہ۔ قال الہیثمی ج ۶ ص۴۲ ورجال احمد رجال الصحیح غیر ابن اسحاق وقد صرح بالسماع انتہی وقال الحافظ ج ۷ ص۱۵۰ اخرجہ ابن اسحاق وصححہ ابن حبان من طریقہ بطولہ۔ اھ [2] اخرج الطبرانی۔

کنارے ہو جاؤ، تاکہ ہم لوگ آپؐ سے بیعت کریں۔ حضرت ابوالہیثمؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے بیعت کی پھر یکے بعد دیگرے ہر ایک نے آپؐ سے بیعت کی[1]

حضرت[2] عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ جب حضورؐ سے بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو عباسؓ بن عبادہ نے جو سالم بن عوف کے بھائی بندوں میں سے ہیں کہا کہ اے برادرانِ خزرج! کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ تم کس چیز پر اس شخص سے بیعت کر رہے ہو؟ انصار نے کہا، ہاں! معلوم ہے۔ عباسؓ نے کہا کہ تم لوگ اس سے بیعت ہر سُرخ وسیاہ انسانوں کی لڑائی پر کر رہے ہو، اگر تم لوگوں کا یہ خیال ہو کہ جب تمہارا مال کسی مصیبت میں ضائع ہو جائے اور تمہارے اشراف قتل کر دیئے جائیں تو تم اس کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی قوم کے سپرد کر دو، تو ابھی ایسا کر لو، خدا کی قسم اگر تم نے وہاں لے جا کر ایسا کیا تو دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم نے جو کچھ آپؐ سے وعدہ کیا ہے اُسے وفا کرو گے خواہ مال تباہ ہوں یا اشراف قتل کر دیئے جائیں تو آپؐ کو اپنے ہمراہ لو، پس خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار نے کہا، ہم آپؐ کو لیتے ہیں خواہ مال تباہ ہو یا اشراف قتل کئے جائیں یارسول اللہ! اگر ہم اس وعدہ میں پورے اُترے تو ہمارے لئے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جنّت —— انصار نے فرمایا، ہاتھ بڑھائیے۔ یارسول اللہ! آپؐ نے ہاتھ بڑھایا۔ انصار نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی[3]

حضرت[4] عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا کہ اچھا تم لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں پر واپس چلے جاؤ۔ عباسؓ بن عبادہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ چاہیں تو کل صبح ہی صبح اہلِ منیٰ پر اپنی تلوار کے ذریعے حملہ کر دیں، آپؐ نے فرمایا، میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا تم تو اپنی منزل گاہوں پر چلے جاؤ[5]

جہاد پر بیعت

حضرت[6] انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف

---

[1] فذکر الحدیث قال الہیثمی ج ۶ ص۴۲ وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وفیہ ضعف۔ انتہی [2] وعند ابن اسحٰق۔ [3] کذافی البدایۃ ج ۳ ص۱۶۲ [4] واخرجہ ابن اسحاق ایضاً عن معبد بن کعب عن اخیہ [5] کذافی البدایۃ ج ۳ ص۱۶۳ [6] اخرجہ البخاری ص۳۹۷

تشریف لے گئے، مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم سخت سردی میں صبح ہی صبح کھدائی میں لگ رہے تھے۔ ان حضرات کے پاس کوئی خادم اور غلام نہ تھے جو اُن کی طرف سے اس کام کو انجام دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس مشقت اور بھوک کو دیکھ کر یہ رجز فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

"اے میرے اللہ بلاشبہ زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اور اے اللہ ان انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔"

"انصار و مہاجرین نے آپؐ کی بات کا جواب دیتے ہوئے یہ رجز پڑھا۔"

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر جہاد کی بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں[1]

موت پر بیعت

حضرت[2] سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر ایک درخت کے سائے کے نیچے چلا آیا۔ جب لوگ آپؐ کے پاس سے کم ہوئے تو آپؐ نے فرمایا، اے ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو بیعت ہو چکا، آپؐ نے فرمایا پھر بیعت کر لو، چنانچہ میں نے دوسری مرتبہ آپؐ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے ابو مسلم! تم ان دنوں کس چیز پر بیعت کرتے تھے؟ ابن اکوع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مرنے پر[3]

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حرّہ کی لڑائی کے دنوں میں اُن کے پاس ایک آنیوالے نے آکر کہا کہ ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی کے ہاتھ پر موت کے لئے بیعت نہ کروں گا[4]

---

[1] واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی کما فی جمع الفوائد ج ۲ ص۱۵ ۔ وقد تقدم حدیث مجاشع ص۲۱۸ فقلت علام تبایعنا قال علی الاسلام والجهاد وحدیث بشیر بن الخصاصیۃ ص۲۲۱ یا بشیر لا صدقۃ ولا جهاد فبم اذن تدخل الجنۃ قلت ابسط یدک ابایعک، فبسط یدہ فبایعتہ وحدیث یعلی بن منیۃ ص۲۲۲ فقلت یا رسول اللہ بایع ابی علی الھجرۃ قال بل ابایعہ علی الجهاد [2] اخرجہ البخاری ص۴۱۵ [3] واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی والنسائی کما فی العینی ج ۷ ص۱۰۱ والبیہقی ج ۸ ص۱۴۶ وابن سعد ج ۴ ص۳۹ [4] واخرجہ البخاری ص۴۱۵ ایضاً واخرجہ ایضاً مسلم کما فی العینی ج ۷ ص۱۰۱ والبیہقی ج ۸ ص۱۴۶ ایضاً۔

کہنا سننے اور فرماں برداری پر بیعت

حضرت عُبیدؒ اللہ بن رافع فرماتے ہیں کہ شراب کے مشکیزے لائے گئے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت ان مشکیزوں کے پاس گئے اور سب مشکیزوں کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر سننے اور فرماں برداری کرنے پر بیعت کی تھی خواہ ہم نشاط کی حالت میں ہوں یا کاہلی میں اور کشادگی اور تنگی میں خرچ کرنے پر بھلی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور اللہ کے بارے میں سچ کہیں، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اس بارے میں ہمارے آڑے نہ آئے، اور اس بات پر بھی ہم نے بیعت کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے۔ جب آپ ہم لوگوں کے پاس مدینہ تشریف لے آئیں گے۔ اسی طریقہ پر جس طرح کہ ہم اپنی اور اپنی ازواج و اولاد کی اعانت کرتے ہیں اور ہمارے لئے جنت ہے۔ یہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیعت جس پر ہم لوگوں نے آپ سے بیعت کی[1] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ پر بیعت کی کہ آپؐ کا کہا سنیں گے۔ آپ کی فرماں برداری کریں گے۔ آسانی میں بھی اور دشواریوں کے مواقع میں بھی، اور خواہ ہم بحالت نشاط ہوں، یا کراہیت محسوس کر رہے ہوں اور خواہ ہمارے اُوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور یہ کہ ہم کسی کام کو کام کرنے والے سے نہ چھینیں گے، جہاں کہیں بھی ہم ہوں، حق بات کہیں گے اللہ کے بارے میں ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کریں گے[2]

حضرت جریر[3] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا سننے اور فرماں برداری کرنے اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے پر بیعت کی تھی۔ انہیں کی ایک دوسری روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، آپ کا کہنا ماننے اور آپ کی فرماں برداری کرنے پر ہر کام میں ـــــ خواہ وہ مجھے پسند ہو یا ناپسند۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا تم میں ایسا کرنے کی استطاعت ہے؟ اور کیا تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو؟ لہٰذا احتراز کرو، اور اس

---

[1] اخرج البیہقی [2] وہذا اسناد جید قوی ولم یخرجوہ [3] وقد روی یونس عن ابن اسحاق حدثنی عبادۃ بن الولید بن عبادۃ بن الصامت عن ابیہ عن جدہ [4] کذا فی البدایۃ ج ۳ ص ۱۶۳ واخرج الشیخان بمعناہ کما فی الترغیب ج ۴ ص ۳ [5] اخرج ابن جریر۔

طرح کہو کہ جہاں تک مجھ میں استطاعت ہوگی، آپ کی فرماں برداری کروں گا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا آپ کی اطاعت کروں گا۔ آپؐ نے مجھ سے اس بات پر اور مسلمانوں کے نصیحت کرنے پر بیعت لی[۱] ایک اور روایت[۲] میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے کہنا سننے اور فرماں برداری اور ہر مسلمان کو نصیحت کرنے پر بیعت کی، حضرت جریرؓ کی عادت تھی کہ جب کسی چیز کی خرید یا فروخت کرتے تو یہ ضرور کہہ دیتے کہ جو چیز ہم نے تم سے لی وہ ہمیں زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس کے کہ جو ہم نے تمہیں دی، اب تمہیں اختیار ہے۔ خواہ بیع و شراء کر دیا نہ کرو[۳]

ابن عمر[۴] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب حضورؐ سے کہنا سننے اور فرمان بجالانے پر بیعت کرتے تھے تو آپؐ ہم لوگوں سے فرماتے تھے کہ اس طرح کہو کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے گا، اطاعت اور فرماں برداری کریں گے[۵]

عتبہ بن[۶] عبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سات بیعتیں کیں ـــــ پانچ فرماں برداری پر اور دو محبت کے بارے میں[۷] (اللہ و رسول اور تمام مسلمانوں سے محبت کرنا)

حضرت انس[۸] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے انہیں ہاتھوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا، آپ کی سنوں گا، اور فرماں برداری کروں گا[۹]

خواتین کی بیعت

حضرت[۱۰] امّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے انصاری خواتین کو ایک مکان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر حضرت عمرؓ بن خطاب کو ان کے پاس بھیجا، انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر خواتین کو سلام کیا، خواتین نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رساں ہوں، مجھے آپؐ نے تمہارے پاس بھیجا ہے، خواتین نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مرحبا اور

---

[۱] کذا فی کنز العمال ج ۱ صـ ۸۲ ۔ [۲] وعند ابی داؤد والنسائی من حدیثہ [۳] کذا فی الترغیب ج ۳ صـ ۲۱ [۴] و اخرج البخاری [۵] واخرجہ النسائی وابن جریر بمعناہ کما فی الکنز ج ۱ صـ ۸۳ [۶] واخرج البغوی وابو نعیم وابن عساکر [۷] کذا فی الکنز ج ۱ صـ ۸۳ [۸] اخرج ابن جریر [۹] کذا فی الکنز ج ۱ صـ ۸۲ [۱۰] اخرج احمد وابو یعلی والطبرانی ورجالہ ثقات۔ کما قال الہیثمی ج ۶ صـ ۳۸

آپؐ کے قاصد کے لئے بھی مرحبا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا سے احتراز کرو۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، اور اس قسم کی بہتان بندی مت کرو کہ غیر کی اولاد کو اس طرح کی اپنی اولاد بتاؤ کہ تمہارے ہی ہاتھوں اور پیروں کے درمیان اس کی پیدائش ہوئی اور کسی بھلے کام میں نافرمانی نہ کرنا۔ خواتین نے کہا، ہم سب نے یہ باتیں منظور کر لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ دروازے کے باہر سے بڑھایا اور خواتین نے اپنے ہاتھ دروازے کے اندر سے (لیکن حضرت عمر اور خواتین میں سے ایک کا ہاتھ دوسرے سے نہیں لگا) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہوجا اور ہم لوگوں کو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ عید اور بقرعید میں حیض والی اور کنواری لڑکیاں چلی جایا کریں (تاکہ دُعا میں شرکت ہو جائے، وہ نماز اور مسجد سے دُور رہیں گی) اور ہم لوگوں کو جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا، اور یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگوں پر جمعہ نہیں حضرت اُم عطیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے بہتان کے بارے میں پوچھا اور اُن کے اِس فرمان کو بھی پوچھا کہ بھلی بات میں نافرمانی نہ کریں گے (ان کا کیا مطلب ہے؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نوحہ نہ کرنا۔[1]

حضرت سلمیٰؓ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالاؤں میں سے ایک خالہ ہیں، انہوں نے آپؐ کے ساتھ دونوں قبلوں (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف نماز پڑھی ہے یہ قبیلہ بنی عدی بن نجار میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے مع انصار کی چند خواتین کے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب آپؐ نے ہم لوگوں پر یہ شرط پیش کی کہ ہم خدا کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں۔ چوری نہ کریں۔ زنا نہ لائیں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور کوئی ایسا بہتان نہ لائیں۔ کہ جس کو ہم اپنے ہاتھ پیر کے درمیان گھڑیں (یعنی غیر کی اولاد کو اپنی حقیقی اولاد بتائیں) اور آپؐ کی کسی بھلے کام میں نافرمانی نہ کریں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے شوہروں سے کھوٹ کپٹ نہ برتنا۔ حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ ہم خواتین نے آپؐ سے اِن باتوں پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد ہم واپس ہوگئیں۔ میں نے انہیں میں سے ایک عورت سے کہا کہ آپؐ کی خدمت میں لوٹ جا اور آپؐ سے پوچھ آ کہ شوہر کے ساتھ کھوٹ کپٹ نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] اخرجہ ابو داؤد باختصار کثیر۔ کذا فی مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۸ قلت واخرجہ البخاری ایضاً باختصار وقد اخرجہ بطولہ ابن سعد و عبد ابن حمید کما فی الکنز ج ۱ ص ۸۲ واخرج احمد و ابو یعلی و الطبرانی ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی ج ۶ ص ۳۸

چنانچہ اس نے آپؐ سے جاکر دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا کہ شوہر کا مال لے کر کسی غیر کو دینا۔[1]

غفیلہ[2] بنت عبید بن الحارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری ماں قریبہ بنت الحارث عنواریہ جو ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور آپؐ سے بیعت کی۔ آپؐ کنکر یلے میدان میں ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے ہم سب سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور ان ساری باتوں پر جن کا اس آیۃ[3] میں تذکرہ ہے، آپؐ نے وعدہ لیا ہم سب نے اقرار کیا اور اپنا ہاتھ آپؐ سے بیعت کے لئے بڑھایا، آپؐ نے فرمایا میں عورتوں کے ہاتھوں کو نہیں چھوتا۔ اس کے بعد آپؐ نے ہم لوگوں کو مغفرت کی دعا دی۔ یہ تھی ہم عورتوں کی بیعت[4]

امیمہ[5] بنت رقیقہ فرماتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ہمراہ آپؐ کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئی، اور آپؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم آپؐ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان باتوں پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ چوری نہ کریں گے، فعلِ زنا نہ کریں گے، اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں گے، اور کوئی ایسی بہتان بندی نہ کریں گے جس کو ہم نے اپنے ہاتھ اور پیر کے درمیان گھڑا ہو، کسی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بھی کہو کہ جہاں تک ہم سے ہوسکے گا اور ہم میں طاقت ہوگی ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہم سے زیادہ ہمارے نفسوں پر رحم کھانے والا ہے۔ ہم نے کہا آئیے، ہاتھ بڑھائیے یارسول اللہ! ہم بیعت ہوں، آپؐ نے فرمایا میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ میرا کہنا سَو عورتوں سے اسی طرح ہے، جیسا ایک عورت سے کہنا[6] (یعنی عورت سے صرف زبانی بیعت ہوتی تھی خواہ سَو ہوں یا ایک۔)

حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کی خدمت میں اسلام پر بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا کی مرتکب نہ ہونا،

---

[1] اخرج الامام احمد عن عائشۃ بنت قدامۃ بمعناہ فی البیعت علی وفق الآیۃ کما فی ابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۳ واخرج الطبرانی فی الکبیر والاوسط [3] سورۃ ممتحنہ کا آخری رکوع [4] قال الہیثمی ج ۶ ص ۳۹ وفیہ موسیٰ بن عبیدۃ وہو ضعیف۔ انتہی [5] واخرج مالک وصححہ ابن حبان [6] واخرجہ الترمذی وغیرہ مختصراً کما فی الاصابۃ ج ۴ ص ۲۴۰ [7] واخرجہ الطبرانی ورجالہ ثقات۔

اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، اور غیر کی اولاد کو اپنی اولاد بتانے کے لئے بہتان بندی نہ کرنا، نوحہ نہ کرنا اور پچھلی جاہلیت کے طریقے پر یعنی بے پردہ باہر نہ نکلنا[1]

حضرت عائشہؓ[2] فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت عتبہ حضورؐ کی خدمت میں بیعت ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے اُن سے اس بات پر بیعت لی جس کا تذکرہ سورہ ممتحنہ کی آیات میں ہے کہ شرک نہ کریں، زنا نہ کریں وغیرہ، انہوں نے اپنا ہاتھ شرم کے مارے اپنے سر پر رکھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات پسند آئی۔ اُن کی یہ جھجک دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ اے بی بی! اس کا اقرار کرو، خدا کی قسم ہم سب نے بھی انہیں باتوں پر بیعت کی تھی، حضرت فاطمہؓ نے اقرار کیا، اور آپؐ نے اُن سے اسی آیت کے مضمون پر بیعت لے لی[3]

عزہ بنت[4] خائلؓ فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضورؐ نے مجھے ان باتوں پر بیعت فرما لیا، زنا کی مرتکب نہ ہونا، چوری نہ کرنا، اولاد کو زندہ درگور نہ کرنا نہ چھپ کر نہ ظاہر ـــــ عزہؓ کہتی ہیں کہ ظاہراً زندہ درگور کرنا تو میری سمجھ میں آگیا مگر چھپ کر زندہ درگور کرنے کا مطلب میں نہیں سمجھی، اور نہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا اور نہ آپؐ نے خود بتلایا، لیکن میرے جی میں اس کا مطلب اس طرح آیا کہ اولاد کو کسی طرح پر خراب نہ کرو (یعنی ہر طرح پر اس کی پرورش کے معاملہ میں خاصی نگہداشت رکھو) اور خدا کی قسم کبھی بھی بچہ کو ضائع نہ ہونے دوں[5]

فاطمہ بنت[6] عتبہ بن ربیعہ کی روایت ہے کہ ان کو اور اُن کی بہن ہندؓ بنت عتبہ کو ابو حذیفہؓ بن عتبہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرانے کے ارادہ سے لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے ہم لوگوں سے عہد و پیمان لئے میں نے عرض کیا کہ اے میرے چچیرے بھائی! کیا آپ اپنی قوم میں ان عیوب اور نقائص میں سے کوئی بات جانتے ہیں؟ حضرت ابو حذیفہؓ نے مجھ سے کہا، ان باتوں کو چھوڑو۔ اور بیعت ہو جاؤ، آپؐ تو انہیں باتوں پر عورتوں سے بیعت لیتے ہیں اور یہی شرائط منواتے

---

[1] کذا فی المجمع ج ۶ ص۳۷ واخرجہ ایضاً النسائی وابن ماجہ والامام احمد وصححہ الترمذی کما فی التفسیر لابن کثیر ج ۴ ص۳۵۲ [2] واخرج احمد والبزار۔ ورجالہ رجال الصحیح [3] کذا فی مجمع الزوائد ج ۶ ص۳۷ [4] واخرج الطبرانی۔ [5] قال الہیثمی ج ۶ ص۳۹ رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر بنحوہ عن عطاء بن مسعود الکعبی عن ابیہ عنہا ولم اعرف مسعودا وبقیہ رجالہ ثقات انتہی [6] واخرج الطبرانی ۲ ص۲۸۶

ہیں۔ ہندؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میں چوری کے ترک پر آپ سے بیعت نہیں کرسکتی، (اور ساری باتیں منظور) اس لئے کہ میں اپنے شوہر کے مال سے کچھ چرالیا کرتی ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک سمیٹ لیا اور انہوں نے بھی اپنا ہاتھ سمیٹ لیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیانؓ کو بلوایا، اور ابوسفیانؓ سے اُن کے مال میں سے لے لینے کی اجازت دیدینے کو فرمایا، ابوسفیانؓ نے کہا، کھانے پینے کی چیز کا کوئی مضائقہ نہیں لیکن خشک چیزیں مثلاً سونا، چاندی، اناج وغیرہ کی اجازت نہیں اور نہ اس کے لئے میں ہاں کروں، ہندؓ کہتی ہیں ہم نے پھر آپؐ سے بیعت کرلی، اس کے بعد فاطمہؓ نے کہا کہ (آپ سے پہلے) آپ کے خیمہ سے زیادہ مبغوض میرے لئے کوئی خیمہ نہ تھا اور میں پسند نہ کرتی تھی کہ خدا اس خیمہ کو اور اس خیمہ میں رہنے والے کو باقی رکھے، اور اب خدا کی قسم مجھے آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ محبوب نہیں اللہ اس کو باقی رکھے، اور اس میں برکت نازل کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قسم کھاکر فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اس کی اولاد اور اس کے ماں باپ سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔[۱]

حضرت عائشہؓ[۲] فرماتی ہیں کہ ہندؓ بنت عتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے آئیں۔ حضورؐ نے اُن کے دونوں ہاتھوں کو دیکھ کر فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو بدل کر کے آؤ چنانچہ یہ گئیں اور مہندی لگانے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تم سے ان امور پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا کی مرتکب نہ ہونا۔ ہندؓ نے کہا، کیا حُرّہ بھی زنا جیسے فعل کو اختیار کرتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو محتاجگی کے ڈر سے قتل نہ کرنا کہنے لگیں کہ آپؐ نے ہمارے لئے کون سی اولاد چھوڑی جس کو ہم قتل کریں؟ راوی کہتے ہیں کہ بہرحال ہندؓ نے آپؐ سے بیعت کی اور اُن کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن تھے کہنے لگیں کہ آپ ان دو کنگنوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ جہنم کی چنگاریوں میں سے دو چنگاریاں ہیں[۳] (بشرطیکہ زکوٰۃ نہ نکالی جائے)۔

ایک[۴] اور روایت میں خواتین کی بیعت کے تذکرہ میں ہندؓ کی بیعت کا واقعہ ہے کہ جب آپؐ نے ان سے

---

[۱] قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی فقال صحیح [۲] وعند ابی یعلی [۳] قال الہیثمی ج ۶ ص ۳۷ وفیہ من لم اعرفہن واخرجہ ابن ابی حاتم مختصراً کما فی ابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۳۔ [۴] وقال فی الاصابۃ ج ۴ ص ۴۲۵۔

یہ عہد لیا کہ چوری نہ کریں گی۔ زنا کی مرتکب نہ ہوں گی۔ ہندؓ نے کہا کیا شریف زادیاں بھی زنا کی مرتکب ہوتی ہیں؟ اور جب آپؐ نے یہ عہد لیا کہ اولاد کو قتل نہ کریں، ہندؓ نے کہا جب تک اولاد چھوٹی تھی ہم نے پرورش کی اور جب وہ بڑی ہوگئی تو آپ نے مار ڈالا۔ یہ مشہور واقعہ ہے۔

ایک دوسری روایت[2] میں ہے کہ جب آپؐ نے کہا کہ زنا کا ارتکاب نہ کرنا، ہندؓ نے کہا کہیں آزاد عورت بھی زنا کی مرتکب ہوتی ہوگی اور جب آپؐ نے یہ وعدہ لیا کہ اولاد کو قتل نہ کرنا تو ہندؓ نے کہا، آپ ہی نے ان کو قتل کیا ہے۔

ایک دوسری[3] روایت میں ہے کہ ہندؓ نے اس طرح کہا کہ کیا آپؐ نے ہمارے لئے جنگِ بدر میں ہماری کسی اولاد کو چھوڑ دیا؟

ابن مندہ[4] کی روایت میں شروع کا مضمون اس طرح ہے، ہندؓ نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا ارادہ رکھتی ہوں۔ یہ سُن کر ابوسفیانؓ نے کہا میں تو تجھے ہمیشہ آپؐ کی بات کا انکار کرتے ہوئے پاتا ہوں، ہندؓ نے کہا، ہاں خدا کی قسم یہی بات تھی، اس مسجد میں آج کی رات سے قبل کسی کو اللہ پاک کی اتنی عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا تھا، خدا کی قسم آج تو ساری رات مسلمانوں نے نماز پڑھنے میں گذار دی، کوئی کھڑا تھا، کوئی رکوع میں تھا، کوئی سجدے میں تھا، ابوسفیانؓ نے کہا، تو نے اب تک جو کچھ کیا، کیا اپنی قوم میں سے اپنے کسی آدمی کو ساتھ لے کر آپؐ کی خدمت میں جا اور آپؐ سے بیعت کرلے، یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئیں اور ان کی معیّت میں آپؐ کے پاس حاضر ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن کے داخلے کی اجازت طلب کی اور یہ چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے اندر تشریف لے گئیں۔ اس کے بعد اہلِ حدیث میں اُوپر والا مضمون بیان کیا گیا۔ حضرت شعبی نے بیان کیا ہے کہ ہندؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے شوہر ابوسفیانؓ کا بہت کچھ مال ضائع کیا ہے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا، جو کچھ تم میرا مال خرچ کر چکی ہو، وہ میں نے تمہارے لئے حلال کیا[5]۔ تفسیر ابن کثیر میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے فرمایا، جو کچھ تم میرے مال سے لے چکی ہو وہ فنا ہوگیا ہو یا باقی رہا ہو وہ میں نے سب تمہارے لئے مباح اور حلال کردیا۔ یہ سُن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور ہندؓ کو

---

۱ و من طرقہ ما اخرجہ ابن سعد بسند صحیح مرسل عن الشعبی وعن میمون بن مہران ففی روایۃ الشعبی ۲ وفی روایۃ نحوہ ۳ اخرج ابن مندۃ وفی اولہ ۴ انتہی مختصراً ۵ وقد اخرجہ ابن جریر من حدیث ابن عباس بطولہ کما ذکر ابن کثیر فی تفسیرہ ج ۴ ص ۳۵۳

پہچان لیا اور ان کو بلایا، ہندؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا، اور عذر خواہی کی۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تو ہند ہے۔ ہندؓ نے کہا، اللہ میری گذشتہ خطاؤں کو معاف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف سے منہ پھیر کر (اُن سے بیعت کے عہد و پیمان لیے) جب آپؐ نے یہ فرمایا کہ زنا کی مرتکب نہ ہونا، ہندؓ نے کہا، یارسول اللہ! کیا شریف زادیاں بھی زنا میں مبتلا ہوتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں خدا کی قسم آزاد شریف عورتیں اس کا ارتکاب نہیں کرتیں، اور جب آپؐ نے اس کا وعدہ لیا کہ اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں۔ ہندؓ نے کہا آپؐ ہی نے تو اُن کو یوم بدر میں قتل کر ڈالا۔ اب آپ جانیں اور وہ۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاتھ اور پیر کے درمیان کسی بہتان طرازی کو نہ لائیں، اور کسی بھلے کام میں آپؐ کی نافرمانی نہ کریں۔ اور آپؐ نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے بھی منع کیا۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں، کپڑے پھاڑ لیا کرتی تھیں۔ اپنے چہرے نوچ لیتی تھیں، اور سر کے بال کٹا دیتی تھیں، اور بڑی واویلا مچایا کرتی تھیں[۱]۔ (آپؐ نے ان امور سے منع فرمایا)

اُن خواتین میں سے جنہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، ایک بیان کرتی ہیں کہ جن چیزوں پر ہم سے حضور علیہ السلام نے عہد و پیمان لیا تھا کہ اس میں یہ بھی تھا کہ ہم کسی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ اپنے چہرے نہ نوچیں گی۔ اپنے بال نہ کٹائیں گی۔ اپنا گریبان نہ پھاڑیں گی۔ واویلا نہ مچائیں گی[۲]۔

نابالغوں کی بیعت

محمد[۳] بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن حسین۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔ یہ حضرات کم سن تھے۔ زمانۂ جوانی سے ابھی بہت دور تھے۔ بلوغت کو ابھی نہیں پہنچے تھے۔ اور داڑھی چہرے پر نہیں آئی تھی، آپؐ نے کسی بچے سے سوائے ان بچوں کے بیعت نہیں لی[۴]۔

طبرانی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سات سات سال کے تھے کہ ان کو آپؐ نے بیعت فرمالیا۔ ان کو آپؐ نے دیکھا اور تبسم فرمایا اور اپنا ہاتھ پھیلایا اور ان

---

[۱] قال ابن کثیر وہذا اثر غریب [۲] واخرج ابن ابی حاتم عن اسید بن ابی اسید البزار [۳] کذافی التفسیر لابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۵ [۴] اخرج الطبرانی
[۵] قال الہیثمی ج ۶ ص ۴۰ وہو مرسل، ورجالہ ثقات

دونوں سے بیعت لے لی[۱] حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن جعفر یا جعفر بن زبیر حضورؐ سے سات سال کی عمر میں بیعت ہوئے[۲] ہرماس بن زیادؓ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا میں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھایا۔ آپ نے مجھ سے بیعت نہیں لی[۳]

صحابۂ کرامؓ کی خلفائے راشدینؓ سے بیعت

ابراہیم بن منتشرؒ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی تو آپؐ نے لوگوں سے اس طرح بیعت لی کہ ہم اللہ کے لئے بیعت ہوتے ہیں کہ اس کی فرماں برداری کریں گے اور حق بات مانیں گے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری پر بیعت لیتے تھے۔ اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے بعد کے خلفاء کی بیعت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی طرح تھی[۴]

ابن عفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں، جماعت کی جماعت لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے تھے، آپ لوگوں سے فرماتے، تم مجھ سے بیعت کرو۔ اللہ کا کہا سننے اور اس کی فرماں برداری کرنے اور اس کی کتاب کے ماننے پر اور امیر کی اطاعت کرنے پر لوگ کہتے، ہاں ہم نے منظور کیا، تو آپ اسی طرح لوگوں سے بیعت لے لیتے۔ میں تھوڑی دیر تک آپ کے پاس کھڑا رہا۔ میں ان دنوں قریب البلوغ تھا یا بالغ ہو چکا تھا میں نے وہ شرطیں یاد کرلیں جو آپ نے لوگوں پر پیش کیں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر میں نے خود ہی عرض کیا کہ میں آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں کہ اللہ کا کہا سننے اور اس کی فرماں برداری کرنے پر اور اس کی کتاب کے ماننے پر، اس کے بعد امیر کی اطاعت کرنے پر، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری طرف نظر اوپر نیچے کی۔ میں یہ سمجھا کہ میری بات سے

---

[۱] قال الہیثمی ج ۹ ص۲۸۵ وفیہ اسمٰعیل بن عیاش وفیہ خلاف ولبقیۃ رجالہ رجال الصحیح

[۲] واخرجہ ایضاً ابونعیم وابن عساکر۔ [۳] فذکر نحوہ کما فی المنتخب ج ۵ ص۲۲۷۔

[۴] واخرج النسائی [۵] کذا فی جمع الفوائد ج ا ص۱۲۱۔

[۶] اخرج ابن شاہین فی الصحابۃ [۷] کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص۲۵۸۔

[۸] البیہقی ج ۸ ص۱۴۶۔

ان کو بڑا تعجب ہوا، اللہ اُن پر رحم کرے۔[1]

ابوسفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب لوگوں کو ملکِ شام کی طرف روانہ کرتے اُن سے (کفار کے ساتھ) مرنے مارنے اور طاعون پر بیعت لیتے (کہ ہر حال میں جمے رہیں گے)[2]

حضرت انس[3] رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو چکے تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ میں آپ کے ہاتھ پر اس طرح بیعت ہوں جیساکہ آپ کے ساتھی کے ہاتھ پر آپ سے پہلے بیعت کی تھی یعنی جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا، اللہ کا کہنا سنوں گا اور فرماں برداری کروں گا۔[4]

عمیرؓ بن عطیہ[5] لیثی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیرالمومنین اپنا ہاتھ لائیے، خدا آپ کے ہاتھ کو بلند کرے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں، اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کے لئے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ہنسے اور فرمایا کہ یہ بیعت کچھ حق میرے تم پر اور کچھ تمہارے حق مجھ پر لازم قرار دیتی ہے

عبداللہ بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے انہیں ہاتھوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنا سننے اور فرماں برداری کرنے پر بیعت کی[6] سلیم ابی عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حمار کا وفد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان باتوں پر آپ سے بیعت کی اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں گے۔ نماز کو قائم رکھیں گے، زکوٰۃ دیں گے۔ رمضان کے روزے رکھیں گے اور مجوسیوں کی عید نہ منائیں گے جب ان لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا تو ان کو بیعت کر لیا[8]

مسورؓ بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ وہ جماعت جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ چننے کے لئے منتخب کیا تھا مشورہ کے لئے جمع ہوئی۔ ان لوگوں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ میں وہ تو نہیں ہوں کہ اس کام کے لئے اپنے آپ کو تم پر ترجیح دوں۔ ہاں اگر تم لوگوں کا منشا ر ہو تو تمہیں میں سے ایک آدمی کو منتخب کروں گا۔ ان حضرات نے یہ تصفیہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو سونپا، اور جب ان کو پورا اختیار دے دیا تو لوگوں کی نظریں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی طرف جم گئیں۔ کوئی بھی اُن حضرات کے پیچھے نہ چلا۔ ساری رات لوگ حضرت عبدالرحمٰنؓ

---

[1] اخرج مسدد [2] کذا فی الکنز ج ۲ ص۳۲۳ [3] اخرج ابن سعد وابن ابی شیبۃ والطیالسی۔
[4] کذا فی الکنز ج ا ص۱۸ [5] اخرج ابن سعد [6] کذا فی الکنز ج ص۱۸ [7] اخرج احمد فی السنۃ
[8] کذا فی کنزالعمال ج ا ص۱۸ [9] واخرج البخاری

سے مشورہ کرتے رہے، اور یہ مشورہ اس رات تک رہا جس کی صبح کو ہم لوگوں نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کی۔ حضرت مسورؓ فرماتے ہیں، کچھ رات کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب میں بیدار ہوا کہنے لگے تم سو رہے ہو، ہم نے تو اپنی آنکھوں میں نیند کی سلائی بھی نہیں پھیری۔ جاؤ حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ کو بلا لاؤ۔ میں ان دونوں کو بلا لایا، اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان دونوں سے مشورہ کیا۔ پھر مجھے بلایا اور کہا کہ جاؤ میرے پاس حضرت علیؓ کو بلا لاؤ۔ میں حضرت علیؓ کو بلا کر لایا ان سے بہت رات تک سرگوشی کرتے رہے پھر حضرت علیؓ ان کے پاس سے اٹھے اور انہیں خود خلیفہ بن جانے کی امید سی تھی، حضرت عبدالرحمٰنؓ کو حضرت علیؓ سے اس بارے میں کچھ کھٹکا تھا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا، میرے پاس حضرت عثمانؓ کو بلا لاؤ، چنانچہ میں حضرت عثمانؓ کو بلا کر لایا۔ ان سے سرگوشی میں لگ گئے۔ جب مؤذن نے صبح کی اذان دی ہے تو یہ دونوں حضرات علیحدہ ہوئے ہیں۔ جب لوگ صبح کی نماز سے فارغ ہو گئے اور وہ جماعت ممبر کے پاس جمع ہوئی، (جن کو خلافت کے بارے میں حضرت عمرؓ منتخب فرما گئے تھے)، تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جتنے مہاجرینؓ وانصارؓ موجود تھے ان کو آدمی بھیج کر بلوایا اور لشکر کے سرداروں کو بلوایا، اور یہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج میں آکر مل گئے تھے۔ جب یہ حضرات جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کلمۂ شہادت پڑھنے کے بعد کہا، اما بعد! میں نے اے علیؓ! اس بارے میں لوگوں کی رائے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، لوگ حضرت عثمانؓ کے برابر اس کام کے لئے کسی کا انتخاب نہیں کرتے۔ آپ اپنے دل میں اس بات سے کوئی میل نہ لایئے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں کہ اللہ کے طریقے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کے بعد کے دونوں خلفاء کے امور کی پابندی (اور اطاعت کروں گا) سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد مہاجرین اور انصار نے اور لشکر کے سرداروں نے اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔[۱]

★★★★★

---

[۱] واخرجہ البیہقی ج ۸ صـ ۱۴۷ ایضاً بنحوہ

عشقِ رسولؐ کا مفہوم اور اُس کے تقاضے

ابوالمظہر الحسینی

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن　　　دل بدست دگیرے دادن و حیراں بودن[1]

ہم ارکان (برما) میں تھے۔ سمرقند و بخارا والوں کی مانند، ہم بھی سوشلزم کی برکت سے دیس بدیس ہو گئے۔ ہم اپنے ملک میں صرف تین کلمات جانتے تھے۔ کتاب اللہ، حدیث رسولؐ اور فقہ امام ابوحنیفہ اور بس۔ ان تینوں کلمات پر عمل کر کے ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور زندگی بسر کرتے تھے۔ جب ہم مشرقی پاکستان آئے تو سب سے پہلے وہابی بدعتی کا جھگڑا سنا۔ پھر جب وہاں سے مغربی پاکستان آئے۔ تو یہاں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ کے اختلافات دیکھے۔ پھر دیوبندیوں میں کئی فرقے ہیں۔ پھر کچھ پاکستانی پرویزی اور کچھ قادیانی ہیں۔ بھانت بھانت کی جماعتیں اور ان کی بھانت بھانت کی آوازیں۔ مجھے ان گروہوں کے آپس کے اختلافات کا محاکمہ نہیں کرنا ہے۔ کیونکہ یہ میری بساط سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا تصفیہ فرمائے گا۔

ایک عجیب و غریب بات جو مجھے یہاں نظر آئی، وہ یہ کہ، کچھ لوگ بے شرع ہیں۔ ان کی صورت، سیرت، عقائد، اعمال اور طور طریق غیر اسلامی اور سنت رسول صلعم کے خلاف ہیں۔ اس کے باوجود وہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے دعویدار ہیں، بمصداق، نام زنگی نہد کافور۔ حالانکہ ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑا سرمایہ حیات،

---

[1] عاشقی کیا ہے! معشوق کا غلام بننا ہی تو ہے اور اپنا دل دوسرے کے ہاتھ میں دیکر خود حیران و پریشان رہنا ہی تو ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنانا ہے - اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۔ الاحزاب ۲۱ - تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو، اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہؐ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے - اس اسوۂ کو اپنائے بغیر نجات ناممکن ہے -

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ان حضرات کے پاس مجھے بطور سرمایہ عشق، بجز دعویٰ عشق، نعت خوانی، محفل میلاد اور جلسۂ سیرت یا عید میلاد النبیؐ کے انعقاد کے اور کوئی متدبہ چیز نظر نہیں آئی - رہا اپنے محبوب نبی صلعم کی صورت و سیرت اور طرز زندگی کو اپنانا جیسا کہ اسلام کی ہدایت ہے اور رسول اللہؐ کی بتائی ہوئی چیزوں کو کرنا، اور منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہنا، جو ایک سچا عاشق رسولؐ کی شان ہونی چاہیئے، سو اس سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں -

اس مقالہ میں مجھے صرف اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ آیا سنت رسولؐ اور آپ کے اُسوۂ حسنہ سے انحراف کرکے: صرف نعت خوانی، محفل میلاد اور جلسۂ سیرت کا انعقاد، دعوئ عاشقیت کے ثبوت کے لئے کافی ہیں؟ یا اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے سنت رسولؐ اور آپ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنانے کی بھی ضرورت ہے؟ رہی یہ بحث کہ یہ چیزیں یعنی نعت خوانی، محفل میلاد اور جلسۂ سیرت کا انعقاد بذات خود طاعت ہیں یا معصیت؟ سو اس کا فیصلہ اس مقالہ کے موضوع سے خارج ہے لہٰذا میں اس سلسلے میں خامہ فرسائی نہیں کروں گا -

میں اپنے اس جائزے کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں -

اوّل عشق رسول اور اس کا دعویٰ - دوسرا اس دعویٰ پر دلیل یعنی آیا اس دعویٰ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے ؟ تیسرا نتیجہ یعنی ہمارے طرز عمل کی رو سے یہ دعویٰ عشق ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

میں کوئی بڑا متبحر عالم نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی ادیب ، ٹوٹے پھوٹے ، عام فہم اور مختصر الفاظ میں کچھ حقائق قلمبند کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے بندوں کو اس کے پڑھنے ، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے بھی - اور میری اس حقیر کاوش کو قبول فرما کر میرے لئے ذریعہ نجات بنائے ۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَأْنَا - رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ - وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ - آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ -

ابوالمظہر الحسینی عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمسلمین آمین

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا دعویٰ

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا یہ دین اسلام سراسر عشق رسول ؐ سے عبارت ہے ۔ کیونکہ رسول اللہ ؐ سے محبت کی بدولت ہی آپ کی لائی ہوئی شریعت کی پابندی نصیب ہوتی ہے جس کو آپ ؐ سے محبت نہ ہو ، وہ بھلا ان کی لائی ہوئی شریعت پر کیوں عمل کرے گا ۔ قرآن وحدیث میں رسول اللہ ؐ سے محبت کے وجوب پر بہت سی آیات واحادیث وارد ہیں ۔ سب کا احاطہ اور استقصا نہ میرے بس کی بات ہے اور نہ اس کی ضرورت ، اس لئے ایک آیت اور حدیث بطور مثال ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ۔ انصاف پسندوں کیلئے یہی کافی ہے ، متعنت کے لئے دفتر کا دفتر بھی بیکار ۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا : لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین ۔ رواہ الشیخان عن

انس رضؓ۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار قرار نہیں پائیگا تاآنکہ میں اُس کے نزدیک اپنے والد اپنی اولاد اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں -

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِۨقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۧ (التوبہ - ۲۴) - آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ تعالےٰ، اور اس کے رسول، اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں، تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنا حکم بھیجدے، اور اللہ تعالےٰ فاسقوں کو راہ نہیں دکھاتا - اس آیت میں والد اور اولاد کے علاوہ دوسرے ان لوگوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن سے عموماً محبت ہوتی ہے - اور اس بات کا بیان ہے کہ آپؐ کو صرف انسانوں سے زیادہ محبوب نہ جانیں بلکہ ہر محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب جانیں، پس حدیث میں جو اجمال ہے آیت میں اس کی تفصیل ہے -

اس آیت اور سابقہ حدیث سے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا وجوب ثابت ہوتا ہے - وہ مسلمان ہی نہیں جس کے دل میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ ہو - اسی محبت ہی سے قرآن مجید اور حدیث شریف پر عمل کی توفیق ہوتی ہے - اس محبت کا زبان سے اظہار کرنا بمنزلۂ اقرار باللسان اپنی جگہ درست طرز عمل ہے اس سے اقرار باللسان کا تقاضا پورا ہوجاتا ہے مگر یاد رکھئے

قدم باید اندر محبت نہ دم — کہ اصلے ندارد دم بے قدم

دعوئ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دلائل وشواہد

عشق اور محبت نام ہے میلانِ قلب کا۔ یعنی دل کی رغبت، توجہ اور رجحان کا۔ یہ چیزیں وجدانی، قلبی اور باطنی کیفیات میں سے ہیں۔ جن کا دوسروں کو احساس اور علم نہیں ہوتا۔ لیکن ان باطنی کیفیتوں کے کچھ ظاہری آثار اور علامات ہیں جو ان باطنی کیفیتوں پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لئے اُن ظاہری آثار اور علامات کو ان قلبی کیفیتوں کے قائم مقام اور دلائل قرار دیا جاتا ہے۔ عربی زبان کی ضرب المثل ہے کل اناءٍ یترشح بما فیہ۔ ہر برتن سے وہی کچھ چھلکتا ہے جو اس کے اندر ہے۔ میں اس بات کو چند مثالوں سے سمجھاتا ہوں۔ مثلاً بھوک پیاس وجدانی کیفیات ہیں، کھانا پانی طلب کرنا اور کھانا پینا ان باطنی کیفیات کے دلائل اور شواہد ہیں۔ اس لئے جب ہم کسی کو کھانا پانی طلب کرتے ہوئے اور کھاتے پیتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ اس کو بھوک پیاس لگی ہے۔ کوئی کسی پر عاشق ہوتا ہے تو وہ معشوق کی گلی کوچے میں گھومتا پھرتا اور معشوق کی پسندیدہ صورت وسیرت اپناتا، اور بلا چون وچرا معشوق کے ہر قول وفعل کا اتباع اور تعمیل کرتا ہے، گلی کوچے کی گشت، کسی کی صورت وسیرت کا اختیار کرنا اور اس کے قول وفعل کی تقلید اور تعمیل، عاشقی کے دلائل، شواہد، آثار اور علامات ہیں۔ اس طرح دل میں جو جو خیالات، تصوّرات، نظریات، اور منصوبے موجود ہیں۔ انسان زبان سے ان کا اظہار کرتا ہے یہی اظہار کرنا، اس کے قلبی خیالات تصورات، نظریات اور منصوبوں پر دلائل، شواہد آثار اور علامات ہیں۔ اسی کو عربی شاعر اخطل نے اپنے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

انّ الکلام لفی الفؤاد وانّما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلاً

اصل کلام تو دل ہی میں ہے مگر زبان کو دل کے کلام پر دلیل اور اس کا ترجمان قرار دیا گیا ہے۔

بعینہٖ یہی مثال ہے اس آگ کی جو راکھ کے ڈھیر میں دبی ہوئی ہو، اور اس سے دھواں

نکل رہا ہو۔ آگ تو نظر نہیں آتی ہے مگر دھواں اس دبی ہوئی آگ کے وجود پر ظاہری علامت اور دلیل ہے۔ اسی طرح سینے کا درد اور بخار باطنی کیفیتیں ہیں۔ مریض کا کراہنا اور حرارت باطنی کیفیات پہ دلائل ہیں۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ہر قلبی اور باطنی کیفیت کی ایک ظاہری علامت ہوا کرتی ہے اسی طرح عشق و محبت رسول صلعم ایک قلبی کیفیت ہے۔ اس کے لئے ظاہری علامت کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو اسلام نے دنیا کے دستور اور اصول پر نہیں چھوڑا بلکہ واشگاف الفاظ میں اس کی تصریح بھی کردی۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں جابجا رسول اللہ صلعم کی صورت و سیرت کو اپنانے اور آپؐ کے قول و فعل کی تابعداری کرنے اور آپ صلعم کے حکموں کی اتباع کرنے کا تاکیدی حکم آیا ہے۔ میں یہاں پر بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے اور بموجب "القطرۃ تنبئ عن البحر" ایک قطرہ بحرِ ذخّار کی نشان دہی کرتا ہے۔ چند آیات و احادیث منصف مزاجوں کے لئے حوالۂ قرطاس کرتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ " اور رسولؐ تم کو جو کچھ دیدیں وہ لے لو، اور جس چیز سے تم کو روکیں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔" رسول اللہ صلعم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت لے کر آئے اور ہمیں اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا اور آپ صلعم نے امت کو اس شریعت کی تعلیم دی اور اس پر خود بھی عمل کرکے دکھایا۔ یہی شریعت انسانی زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے۔ اس میں عقائد بھی ہیں سیاست بھی۔ اس میں معیشت کا ذکر بھی ہے، معاشرت کا بیان بھی۔ غرض اسی شریعت نے انسانی زندگی کے کسی پہلو کو تاریک نہ چھوڑا۔ اور نہ کسی شعبۂ زندگی کو تشنہ۔ پیدائش سے لے کر موت تک انسان کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، ان سب پر سیر حاصل بحث کی اور سب کی الجھنوں کو بہترین اسلوب میں سلجھا دیا۔ اب مسلمانوں کو اختیار اور اجازت نہیں کہ وہ زندگی کے کسی بھی گوشے میں اسلام کے سوا کسی اور دین اور شریعت کے اصول اور قانون کو اپنائیں۔ جو اپنائے گا اسے نہ صرف عاشق رسول قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کا مسلمان رہنا بھی مشکل ہے۔

حدیث میں آتا ہے: سرکارِ دو عالم صلعم نے فرمایا: لا یؤمن احدکم حتّٰی یکون هواه تبعًا لما جئت به (رواہ فی شرح السنۃ عن ابن عمرؓ) "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن قرار نہیں پائے گا، جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوں۔"

یعنی مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ اپنی زندگیاں، آپ صلعم کی شریعت کی ہدایات کے مطابق گزاریں۔ زندگی کے کسی گوشے میں قرآن وحدیث کی ہدایات سے انحراف نہ کریں ورنہ وہ مسلمان نہ ٹھہریں گے۔ چہ جائیکہ عاشقِ رسول صلعم!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳) "سو جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر دنیا میں کوئی آفت نہ آپڑے یا آخرت میں کوئی دردناک عذاب نازل نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران: ۳۱) "آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدائے تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب گناہ معاف کردے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا عنایت فرمانے والا ہے۔" جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دم بھرتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی زبانی حکم دلواتا ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری یعنی رسول اللہ صلعم کی تابعداری کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمایندے ہیں۔ اس لیے رسولؐ کی تابعداری اور اطاعت سے اللہ تعالیٰ سے محبّت کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آخرت کی کامیابی جو اللہ تعالیٰ سے محبّت کا ثمرہ ہے، رسول اللہ صلعم کی اطاعت اور تابعداری پر منحصر ہے۔ آپ کی اطاعت اور تابعداری کے بغیر نجات اور جنت کا حصول ناممکن ہے۔ اور رسول اللہ صلعم سے محبّت کے بغیر آپ صلعم کی تابعداری اور اطاعت نہیں ہو سکتی۔ پس التزاماً محبت رسولؐ کا وجوب ثابت ہوا۔ یہاں سے ان لوگوں کی قلعی کھل جاتی ہے جو اتباعِ سنّت رسول صلعم کے بغیر دعوئ معرفت اور محبتِ الٰہی کرتے ہیں۔

نیز جو اللہ تعالےٰ سے محبت کا مدّعی ہے، وہ اس کے رسول صلعم سے محبّت کا بھی مدّعی ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی کو اللہ تعالےٰ سے محبت ہو اور اس کے نبی صلعم سے محبت نہ ہو۔ ایسی محبت کا اگر وجود ہو، تو وہ کچھ کار آمد اور مفید نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالےٰ سے محبت کے باوجود، جس کا یہ لوگ اقرار اور دعویٰ کرتے ہیں صرف رسول اللہ صلعم سے محبت نہ ہونے کی وجہ سے جو آنحضرت صلعم پر ایمان نہ لانے سے معلوم ہوتا ہے، قیامت کے دن نجات

نہیں ملے گی۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، جو یہودی اور نصرانی، میرا زمانہ نبوّت پاکر، مجھ پر ایمان لائے بغیر مرے وہ دوزخی ہے۔ اسی مضمون کی متعدد آیات واحادیث وارد ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء ۵۹)

"اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور تم میں جو لوگ اہلِ حکومت ہیں ان کی اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی کام میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے حوالے کر دیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ امور بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے"۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت اپنے رسول صلعم کی اطاعت اور سربراہوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی کام میں مسلمانوں کے آپس میں اختلاف ہو تو اس اختلاف کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تصفیہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلعم کی مطلقاً اطاعت کریں اور اولی الامر کی جائز کاموں میں اطاعت کریں۔ اور زندگی قرآن وحدیث کی روشنی میں گزاریں۔ یہی اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسولؐ ہے اور آپس کے جھگڑے قضیے قرآن وحدیث کے ذریعے تصفیہ کرائیں۔ یعنی عدالت کے فیصلے قرآن وحدیث کے مطابق ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا۔ (المائدہ ۹۲) اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرو۔ یعنی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت سے ڈرو اور اس سے بچو۔

پس یہ ثابت ہوگیا کہ محبت کے لیے اتباع اور اطاعت لازم ہے۔ اگر ہمیں رسولؐ سے محبت ہے تو آپ صلعم کی اطاعت اور تابعداری کرنی چاہیئے۔ یہی محبت رسول کی دلیل اور نشانی ہے۔ کوئی بھی دعویٰ دنیا میں بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں رسولؐ سے محبت کا دعویٰ ہے تو آپ صلعم کی اطاعت کی دلیل کی ضرورت ہے، ورنہ محض دعوی بلا دلیل قابلِ قبول نہ ہوگا۔

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار :: ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

قدم باید اندر محبت نہ دم :: کہ اصلے ندارد دم بے قدمؔ

(جاری ہے)

ؔ محبت کے لیے عملی ثبوت چاہیے صرف دعویٰ کافی نہیں ہے کیونکہ دعویٰ بغیر دلیل کے کوئی وزن نہیں رکھتا۔

نجومِ ہدایت

سادِسُ الاسلام

حضرت خبابؓ بن ارتؓ

تاریخ انسانی کی عظیم ترین اور سب سے کامیاب انقلابی تحریک کے قائد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ساتھیوں کا ذکر ہمارے لئے نورِ بصیرت ہے۔ تنظیمِ اسلامی کے رفقاء ان کی سیرت کے عمومی نقشے کو ہی مشعلِ راہ نہ بنائیں بلکہ ان کی ایک ایک ادا کو قابلِ تقلید سمجھیں تب ہی ان میں بھی مطلوبہ صبغۃ اللہ کا ظہور ہو گا۔ ماہِ ستمبر میں ہم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی زندگی کا خاکہ "میثاق" میں پیش کیا تھا۔ اس شمارے کو حضرت خبابؓ بن ارتؓ کی سوانح سے مزین کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم جناب طالب الہاشمی کی کتاب "شمع رسالت کے تیس پروانے" سے استفادہ کر رہے ہیں۔ افسوس کہ پچھلی بار مصنف کا نام تو آیا لیکن ہم کتاب کا ذکر کرنا بھول گئے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ انقلابی اسلامی تحریک کا ہر کارکن اس کا مطالعہ کرے اور حاصل مطالعہ کو نہاں خانۂ دل میں محفوظ رکھے۔ کتاب مکتبہ چراغ اسلام، اردو بازار لاہور سے چالیس روپے میں حاصل کی جاسکتی ہے (ادارہ)

☆☆☆☆☆

سیدنا ابو عبداللہ خبابؓ بن ارتؓ قبیلہ بنو تمیم کے چشم و چراغ تھے۔ اگرچہ بعض روایتوں میں انہیں خزاعی بتایا گیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ تمیمی تھے۔ معلوم نہیں زمانۂ جاہلیت میں ان کے خاندان پر کیا افتاد پڑی کہ وہ غلام بنا کر مکہ میں فروخت کئے گئے۔ ان کے آقا کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کو عتبہؓ بن غزوان نے خریدا تھا اور دوسری

روایت کے مطابق وہ اُمّ انمار بنت سباع الخزاعیہ کے غلام تھے۔ ہماری تحقیق کے مطابق دوسری روایت صحیح ہے۔ عتبہؓ بن غزوان کے ایک غلام کا نام بلاشبہ خبابؓ تھا۔ لیکن وہ ایک دوسرے شخص تھے ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی اور وہ ۷۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اس کے برعکس حضرت خبابؓ بن ارت کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور وہ ۳۷ھ میں فوت ہوئے۔ دونوں جلیل القدر صحابی تھے اور سرور عالمؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک تھے اس لئے بعض ارباب سیر حضرت خبابؓ بن ارت اور حضرت خبّابؓ مولائے عتبہؓ بن غزوان میں تفریق نہیں کر سکے اور انہیں ایک ہی شخصیت سمجھ لیا۔

مکہ پہنچ کر حضرت خبّابؓ بن ارت نے آہن گری کا پیشہ اختیار کیا اور تلواریں بنا بنا کر فروخت کرنے لگے۔ اس طرح انہیں معقول آمدنی ہو جاتی تھی اور وہ بڑے مزے سے زندگی گذار رہے تھے۔ اسی زمانے میں ان کے کانوں میں کسی ذریعہ سے دعوت توحید کی آواز پڑی۔ اس وقت تک صرف پانچ سعید الفطرت ہستیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ (حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ) مکہ کی فضا بہت پر آشوب تھی اور مشرکین کو اسلام کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا۔ فی الحقیقت اس وقت اسلام قبول کرنا ہولناک مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور بڑے سے بڑا آدمی بھی لوائے توحید تھامنے پر مشرکین کے عتاب سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا۔ خبّابؓ ایک غریب الوطن اور بے یار و مددگار غلام تھے لیکن مبداء فیاض نے انہیں نہایت پاکیزہ فطرت اور شیر کا دل گردہ عطا کیا تھا۔ صدائے حق کانوں میں پڑتے ہی انہوں نے نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر اس پر لبیک کہنے میں ایک لمحہ بھی تامّل نہ کیا اور یوں وہ سابقون الاولون کی مقدس جماعت میں "سادس الاسلام" (چھٹے مسلمان) کے عظیم رتبہ اور لقب سے مشرف ہوئے۔ حضرت خبّابؓ سے حالات کی سنگینی مخفی نہ تھی لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو ایک دن کے لئے بھی اخفا میں نہ رکھا۔ جونہی انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا کفّار کی برقِ عتاب ان کے آستانۂ عافیت پر کوندنے لگی۔ انہوں نے بے کس خبابؓ پر ایسے ایسے بہیمانہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت اور شرافت سر پیٹ کر رہ گئی۔ وہ ان کے کپڑے اتروا کر دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹاتے اور سینہ پر بھاری پتھر کی سل رکھ دیتے۔ کبھی انگاروں پر لٹا کر ایک

قوی ہیکل آدمی ان کے سینہ پر بیٹھ جاتا تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ خبابؓ صبر واستقامت کے ساتھ ان انگاروں پر کباب ہوتے رہتے حتیٰ کہ زخموں سے خون اور پیپ رس رس کر ان انگاروں کو ٹھنڈا کر دیتی۔ ایسے لرزہ خیز مظالم کے باوجود کیا مجال کہ ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش آئی ہو۔ اسی طرح ظلم سہتے سہتے کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک دن فریاد لے کر سرور کونینؐ کی خدمت میں پہنچے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ اس وقت کعبہ کی دیوار کے سائے میں ردائے مبارک سر کے نیچے رکھے ہوئے لیٹے تھے۔ خبابؓ نے حضورؐ سے عرض کیا، "یارسول اللہ آپ اللہ پاک سے ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟" یہ سن کر حضورؐ سنبھل کر بیٹھ گئے، آپ کا چہرہ اقدس سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا۔

"تم سے پہلے گذشتہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا۔ سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کا دین پر اعتقاد متزلزل نہ کیا۔ ان کے سروں پر آرے چلائے گئے، چیر کر بیچ سے دو کر دیئے گئے تاہم دین کو نہ چھوڑا۔ اللہ اس دین کو ضرور کامیاب کرے گا اور تم دیکھ لو گے کہ اکیلا سوار صنعاء (یمن) سے حضر موت تک جائے گا اور سوائے اللہ عزّوجلّ کے کسی سے نہیں ڈرے گا۔"

حضورؐ کے ارشادات سن کر حضرت خبابؓ کا حوصلہ دوچند ہو گیا اور وہ خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے۔

حضرت خبابؓ کی آقا اُمّ انمار بھی نہایت قسیّ القلب عورت تھی۔ علّامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ حضرت خبّابؓ کو قبول اسلام کی سزا میں کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹاتی اور کبھی تپتے ہوئے لوہے سے ان کا سر داغا کرتی تھی۔ رحمتِ عالمؐ اُمّ انمار کے مظالم کا حال سنتے تو حد درجہ ملول ہوتے اور خبابؓ کی دلجوئی فرماتے۔ اس بدبخت عورت کو جب حضورؐ کی دلجوئی کا علم ہوتا تو وہ خبابؓ پر اور شدت سے ظلم ڈھانا شروع کر دیتی۔ جب اس کی ستم رانیوں کی کوئی حد و نہایت ہی نہ رہی تو حضرت خبابؓ نے سرور عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی۔

"یارسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے اس عذاب سے نجات دے۔"

حضورؐ نے دعافرمائی۔ "الٰہی خبابؓ کی مدد کر۔"

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضورؐ کی دعا کے بعد ام انمار کے سر میں ایسا شدید درد شروع ہو گیا جو کسی طریقے سے کم ہونے میں نہ آتا تھا اور وہ کتوں کی طرح بھونکتی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ جب تک لوہے سے تمہارا سر نہیں داغا جائے گا اس درد میں کمی نہ ہوگی۔ ام انمار شدت کرب سے تڑپ رہی تھی۔ اس نے حضرت خبابؓ ہی کو یہ کام تفویض کیا کہ وہ گرم لوہے سے اس کا سر داغیں۔ چنانچہ جو گرم لوہا حضرت خبابؓ پر استعمال ہوتا تھا وہی اس پر استعمال ہوا لیکن اس علاج کے باوجود اسے کوئی فائدہ نہ ہوا اور چند دنوں کے بعد وہ تڑپ تڑپ کر نہنگِ اجل کا لقمہ بن گئی۔

مشرکین نے حضرت خبابؓ کو جسمانی ایذائیں دینے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ انہیں مالی نقصان پہنچانے کے لئے عہد شکنی سے بھی دریغ نہ کیا۔ مشہور مشرک عاص بن وائل کو حضرت خبابؓ کا کچھ قرض دینا تھا۔ یہ جب تقاضا کرتے تو وہ کہتا۔ "جب تک تم محمدؐ کا دین ترک نہ کرو گے ایک کوڑی بھی نہ دوں گا۔" خبابؓ فرماتے "جب تک تم دوبارہ زندہ ہو کہ اس دنیا میں نہ آؤ گے میں محمدؐ کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔"

عاص کہتا۔ "تو پھر انتظار کرو جب میں مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا اور اپنے مال اور اولاد پر متصرف ہوں گا تو تمہارا قرضہ چکادوں گا۔" عاص کا یہ کہنا مسلمانوں کے عقیدہ نشر و حشر اور ایمان بالآخرت پر ایک طرح کی تعریض تھی۔

مظلوم خبابؓ سالہا سال تک مصائب و آلام کی چکی میں پستے رہے تا آنکہ ہجرت کا حکم نازل ہوا اور وہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ انہوں نے ایذاؤں کے ڈر سے ہجرت نہ کی تھی بلکہ ان کے پیشِ نظر محض رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ مسند احمد حنبل میں خود حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہجرت کی تھی۔ علامہ ابن اثیر صاحب "اُسُد الغابہ" کا بیان ہے کہ مدینہ میں حضورؐ نے خبابؓ اور خراشؓ بن صمہ کے غلام تمیمؓ کے درمیان مواخاۃ کرا دی۔ لیکن مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق ان کی مواخاۃ جبیرؓ بن عتیک سے ہوئی تھی۔ غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت خبابؓ سرورِ کائنات کی رفاقت میں شروع سے لے کر آخر تک تمام غزوات میں نہایت پامردی سے

شریک ہوئے۔ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو حضرت خبّابؓ بعض اوقات بہت رویا کرتے اور فرماتے:

"ہم نے رضائے الٰہی کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور ہمارا اجر اللہ کے ذمہ رہا۔ پھر ہم میں سے بعض تو ایسے تھے کہ مر گئے اور دنیا میں اپنے اجر کا کچھ بھی پھل نہ کھایا لیکن بعض کا پھل پک گیا اور وہ اسے توڑ کر کھا رہے ہیں' مصعبؓ نے احد میں شہادت پائی تو ان کو کفنانے کے لئے ایک چھوٹی سی چادر کے سوا ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ اس چادر سے ان کا سر ڈھانکتے تو ان کے پاؤں ننگے رہ جاتے اور پاؤں ڈھانکتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ آخر حضورؐ کے حکم کے مطابق ہم نے ان کا سر چادر سے ڈھانکا اور پاؤں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) ڈال دی۔ آج یہ حال ہے کہ اللہ کا فضل ہم پر بارش کی طرح برس رہا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مصائب کا بدلہ ہمیں کہیں دنیا ہی میں تو نہیں دے دیا۔"

متعدد روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خبّابؓ نے آخری عمر میں کوفہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۳۷ھ میں شدید بیمار ہوئے۔ پیٹ کی کوئی تکلیف تھی جس کے علاج کے لئے پیٹ کو سات جگہ سے داغا گیا اس سے انہیں بہت تکلیف ہوئی اور فرمایا۔

"اگر حضورؐ نے موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اپنی موت کی دعا کرتا۔"

اسی نازک حالت میں کچھ لوگ عیادت کے لئے آئے اور اثنائے گفتگو میں کہا۔

"ابو عبداللہ خوش ہو جائیے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد حوض کوثر پر اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات کریں گے۔"

یہ سن کر ان پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا:

"واللہ میں موت سے نہیں گھبراتا، تم نے ان ساتھیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے دنیا میں کوئی اجر نہیں پایا...... آخرت میں انہوں نے یقیناً اپنا اجر پالیا ہوگا لیکن ہم ان کے بعد رہے اور دنیا کی نعمتوں سے اس قدر حصہ پایا کہ ڈر ہے کہیں وہ ہمارے اعمال کے ثواب ہی میں نہ محسوب ہو جائے۔"

وفات سے کچھ دیر پہلے ان کے سامنے کفن لایا گیا تو اشکبار ہو کر بڑی حسرت سے فرمایا

"یہ تو پورا کفن ہے افسوس کہ حمزہؓ کو ایک چھوٹی سی چادر میں کفنایا گیا جوان کے سارے بدن کو بھی نہیں ڈھانک سکتی تھی۔ پیر ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا اور سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے آخر ہم نے ان کے پاؤں کو اذخر سے ڈھانک کر کفن پورا کیا۔"

پھر انہوں نے وصیت کی کہ اہل کوفہ کے معمول کے مطابق مجھے شہر کے اندر دفن نہ کرنا بلکہ میری قبر شہر کے باہر کھلے میدان میں بنانا۔ اس وصیت کے بعد انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وصیت کے مطابق تدفین شہر کے باہر ہوئی اس کے بعد اہل کوفہ نے بھی اپنے مردے ان کی قبر کے قریب دفن کرنے شروع کر دیئے۔ مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ' ان کی تدفین سے پہلے صفین سے کوفہ پہنچ گئے اور انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی لیکن ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ خبّابؓ کی وفات کے کئی دن بعد کوفہ پہنچے اور ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کی۔ وفات کے وقت حضرت خبّابؓ کی عمر بہتر برس کے لگ بھگ تھی۔

سیدنا حضرت خبّابؓ بن اَرَتّ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے جن کے نام بلا کشانِ اسلام کی فہرست میں بہت نمایاں ہیں۔ وہ انتہائی سخت اور صبر آزما حالات میں اسلام کی نعمتِ بے زوال سے مشرف ہوئے اور پھر دنیا کی کوئی سختی اور مصیبت انہیں راہ حق سے نہ ہٹا سکی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بالکل ابتدائی زمانے میں قرآن پڑھ لیا تھا۔ کچھ راویوں نے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ میں ان کا نام واضح طور پر لیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس زمانے میں سرور عالمؐ اپنے انتالیس جاں نثاروں کے ساتھ حضرت ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین تھے۔ حضرت خبابؓ' حضرت سعیدؓ بن زید اور ان کی اہلیہ فاطمہؓ بنت خطاب (حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ) کے گھر انہیں قرآن پڑھانے جایا کرتے تھے۔ اپنے قبول اسلام سے پہلے حضرت عمرؓ بہن اور بہنوئی کی تنبیہہ کے لئے ان کے گھر پہنچے تو خبابؓ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ تو ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے اور حضرت عمرؓ بہن اور بہنوئی سے الجھنے لگے۔ جب وہ زخمی ہو گئے تو حضرت عمرؓ نرم پڑ گئے اور ان سے قرآن سنانے کے لئے کہا۔ انہوں نے

سورہ طٰہٰ کی چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ حضرت عمرؓ کے دل کی دنیا بدل گئی اور انہوں نے کہا۔ "مجھے محمدؐ کی خدمت میں لے چلو۔" عین اس موقع پر حضرت خبابؓ کوٹھڑی سے باہر آئے اور جوشِ مسرت میں کہا۔

"اے عمرؓ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ میں حضورؐ نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی عمر اور ابوجہل میں جو تجھے پسند ہو' اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔"

اس کے بعد حضرت عمرؓ کاشانۂ ارقمؓ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے تمام صحابہ کرامؓ حضرت خبّابؓ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں خبّابؓ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ انہیں اپنی جائے نشست پر اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت خبّابؓ سے اپنی داستان مصائب سنانے کی فرمائش کی ... حضرت خبّابؓ نے حضرت عمرؓ کو کپڑا اٹھا کر اپنی پشت دکھائی تو وہ حیران رہ گئے۔ ساری پشت اس طرح سفید تھی جیسے کسی مبروص کی جلد ہوتی ہے۔ خبّابؓ نے فرمایا۔

"امیر المومنین آگ دہکا کر مجھے اس پر لٹایا جاتا تھا یہاں تک کہ میری پشت کی چربی اس کو بجھا دیتی تھی۔"

حضرت خبابؓ اکثر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپؐ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ ایک رات حضرت خبابؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گذار دی۔ صبح ہوئی تو خبابؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان' آج رات آپؐ نے جیسی نماز پڑھی اس سے پہلے کبھی نہیں پڑھی۔"

حضورؐ نے فرمایا۔

"یہ بیم ورجا کی نماز تھی۔ میں نے بارگاہ رب العزت میں اپنی امت کے لئے تین چیزوں کی

دعا مانگی تھی جن میں سے دو چیزیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری قبول نہیں ہوئی جو دعائیں قبول ہوئیں وہ یہ تھیں کہ اللہ دشمنوں کو مجھ پر غلبہ نہ دے اور اللہ میری امت کو کسی ایسے عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے گذشتہ امتیں ہلاک ہوئی تھیں۔

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ حضرت خبابؓ باہمہ جلالت قدر بے حد منکسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ وہ بہت سے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے ان اصحاب نے حضرت خبابؓ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں کسی بات کا حکم کریں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔

انہوں نے فرمایا "میں کون ہوں جو کسی بات کا حکم کروں۔ ممکن ہے کہ میں لوگوں کو کسی بات کا حکم کروں اور خود اس پر عمل نہ کرتا ہوں۔"

❀❀❀❀

بقیہ: اسلامی انقلاب کے المیہ کا تجزیہ

مولانا سید سلیمان ندوی سے طالب علمانہ استفادے میں کوئی عار محسوس نہیں کی۔ بہرحال مولوی کی تحقیر صاحب شذرات کو ہی مبارک ہو' ہمارا شیوہ نہیں۔ ہم اس کے بھی احسان مند ہیں کہ ہمارا ناتا قرنِ اول سے بھی علماء کرام ہی کے واسطے سے جڑا ہے جس کے اکابر و آئمہ کو انہوں نے بھی مستند مانا ہے۔ یہ سب اپنی جگہ لیکن اس ستم ظریفی کو کیا کہیے کہ صاحب شذرات نے ایک تاریخی حقیقت کا کہیں ذکر نہیں کیا اور وہ یہ کہ مولانا فراہیؒ اور علامہ اقبالؒ جیسے زعماء نے بھی فکر و فہم قرآن میں نئی راہیں کھولنے کے باوجود اس احتیاط کا التزام کیا کہ نہ فقہیات میں دخل دیں نہ خود مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہونے کی کوشش کریں......... شاید وہ اس واقعے سے واقف نہیں ہیں کہ علامہ اقبال کی شدید خواہش تھی کہ اس کام میں پرانے مدارس ہی سے تعلق رکھنے والے مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کا تعاون حاصل کریں اور جب مولانا کاشمیریؒ حضرت علامہ کے شدید اصرار کے باوجود لاہور منتقل نہ ہو سکے تو انہوں نے تن تنہا قانونِ اسلامی کی تدوین کا بیڑا اٹھانے کی ہمت نہ کی۔

❀❀❀❀

حدیثِ رسولؐ

وعن

عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ

قَالَ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ
فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ
وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ
وَعَلَى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا
وَاَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ، اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ،
وَعَلَى اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ
لَوْمَةَ لَائِمٍ (بخاری و مسلم)

مفہوم: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ:

ہم ہر حالت میں اللہ اور رسول اور ان لوگوں کی جن کو امیر مقرر کیا گیا ہو بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ خواہ تنگی کی حالت ہو یا فراخی کی اور خوشی کی حالت میں بھی اور ناپسندیدگی کی حالت میں بھی اور اُس صورت میں بھی جب کہ دوسروں کو ہمارے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہو۔ امیر سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ امیر سے کھلا ہوا کفر سرزد ہو۔ اُس وقت ہمارے پاس دلیل ہو گی کہ ہم اُس کی بات نہ مانیں اور جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے۔ اللہ کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

عطیہ اشتہار: جناب فاروق احمد۔ عجمان

کہا اقبالؔ نے شیخِ حرم سے
تہہِ محرابِ مسجد سو گیا کون!
ندا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بتکدے میں کھو گیا کون؟

تہہ محراب مسجد سو جانے اور فرنگی بتکدے میں کھو جانے والوں کو بیک وقت جھنجھوڑنے اور صحافت میں ماضی قریب کی پُرعزیمت روایات کو زندہ کرنے کی ایک کوشش انشاء اللہ عنقریب.......... ہفت روزہ

ندا

..........کی شکل میں
منظرِعام پر آئے گی۔

یکے از مطبوعات

محمد حمید احمد پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۴۱۔ اے شاہراہ پاکستان (لوئر مال) لاہور۔ ۱
فون ۸۔۳۲۰۱۹۶

آزادی اور احتساب

آغا نور محمد پٹھان

اس مقالے کے فاضل مصنف سے قارئین "میثاق" ان دنوں متعارف ہوئے تھے جب محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" پر کھلی بحث جاری تھی اور مقالہ نگار کو بھی اُن محاضرات میں گفتگو کا موقع دیا گیا جو کتاب کے حسن و قبح کی نشاندہی کے لئے منعقد ہوئے۔ ہمیں اُن کے خلوص اور درد کی قدر ہے چنانچہ ان کے خیالات کو من و عن شائع کئے جانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ زبان کی ایک حد تک اصلاح البتہ ضرور کی گئی ہے ان کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ امر ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ مقالہ نگار کا تعلق سندھ سے ہے جہاں ہمارے بالغ نظر اور دینی ذہن رکھنے والے بھائی بھی سراپا شکائت بنے ہوئے ہیں۔ ادارے کو ان کی تجاویز سے عمومی اتفاق تو ہے لیکن وطن عزیز کو لاحق عوارض کا اصل علاج وہی ہے جو "استحکام پاکستان" میں شرح و بسط سے بیان ہو چکا ہے

ع

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

(ادارہ)

۱۴ اگست کی تاریخ کو ہم ہر سال فقط آزادی کے حوالے سے مناتے ہیں لیکن حکومتی سطح پر یا سیاسی و سماجی سطح پر ہم نے کبھی ایک لحظہ رک کر خود احتسابی کی کاوش نہیں کی۔ پاکستان کے نام سے اس سرزمین کو جب حاصل کیا گیا تھا تو اس وقت یہ خطۂ زمین دنیا کا پانچواں بڑا اور اسلامی دنیا کا سب سے بڑا ملک تھا۔ عالم اسلام کی نگاہیں ہمارے اس وطن پر مرکوز تھیں۔ لیکن پچیس سال گزر جانے کے بعد ہی اس ملک کا ایک حصہ علیحدہ ہو گیا۔ اب چالیس سال گزر جانے کے بعد جب ہم اپنے وطن عزیز کی اکتالیسویں سالگرہ منا رہے ہیں تو ہمارے اندر قومی

انتشار عروج پر ہے۔ گزشتہ چالیس سال کے دوران ہمارا سیاسی و سماجی ڈھانچہ انتہائی ناکارہ اور ناقابل اعتماد رہا ہے جس کے نتیجے میں آج بھی ہم پاکستان کے مستقبل کے متعلق مایوسی اور عدم اطمینان کا شکار ہیں۔ ہمارے سیاست دانوں کی آپس میں نا اتفاقی ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنے کی حد تک بڑھتی جارہی ہے۔ ملک کے اندر جاگیرداری نظام نہایت ہی مستحکم ہے۔ سیاست اور حکومت انہی کے ہاتھوں میں ہے جو اہل ثروت اور دولت مند ہیں نوکر شاہی اس ملک کی واحد منظم جماعت ہے جو اقتدار پر اپنی مرضی کے مطابق قابض ہے۔ گزشتہ چالیس سال میں سے ۲۶ سال یہاں فوجی حکومت رہی ہے۔ اندرونی صورت حال یہ ہے کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے فخر کے ساتھ لڑتے ہیں اور مختلف قومی گروہ آپس کا ادھار چکانے میں دیر نہیں لگاتے۔ ہماری شہری آبادی حکومتی وسائل کے باوجود شدید مصائب و مشکلات کا شکار ہے۔ امن و امان کا مسئلہ ناقابل برداشت حد تک خراب ہو چکا ہے۔ گزشتہ آٹھ سال کے دوران صرف صوبہ سندھ میں دس ہزار قتل' پانچ ہزار سے زائد اغوا' چھیالیس ہزار آٹھ سو چھ (۴۶۸۰۶) چوریاں اور ۲۸۰۷ ڈاکوں کی وارداتیں ہو چکی ہیں در آں حالیکہ فقط حکومت سندھ امن و امان کے سلسلے میں ۸۶۵ ملین روپے ماہوار خرچ کر رہی ہے (ڈان ۲۴ ستمبر ۱۹۸۶ء اور سندھ اسمبلی میں سوالات کے جوابات کے حوالے سے)

تعلیم اداروں کے اندر گزشتہ کئی سالوں سے طلبہ یونینوں پر پابندی ہونے کے باوجود تعلیمی ماحول مزید خراب ہوا ہے۔ رشوت ستانی اور بیروزگاری نے خصوصاً نوجوانوں کے اندر بغاوت کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ ڈاکہ زنی کی وارداتوں میں ملوث افراد کی اکثریت بیروزگار نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ ہمارے ملک کے اندر ہر پانچ سال کے بعد ایک پنج سالہ منصوبہ تشکیل دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ہر سال صوبائی و قومی بجٹ بنائے جاتے ہیں۔ لیکن خود سرکاری ذریعوں کے مطابق ستر ارب روپے ہماری نوکر شاہی کی جیب میں چلے جاتے ہیں جبکہ ہمارے غریب کسان اور سفید پوش شہری ننگے پاؤں اور زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم اور نوجوان اپنے مستقبل سے مایوس ہیں۔ ہماری خارجہ پالیسی کا حال یہ ہے کہ ہم چاروں طرف سے دشمن کے نرغے میں ہیں۔ جس سپر پاور کے ہم عرصے دراز سے اتحادی ہیں۔ اس نے بھی ہماری اقتصادی امداد ملتوی کر دی ہے۔ یہ ہماری خارجہ پالیسی کا شاخسانہ ہے۔ ہماری حکومت

باہمی اتفاق اور یکجہتی کے متعلق اعلانات اور نعرے بازی تو بہت کرتی ہے۔ لیکن عملاً حکومت خود فرقوں اور نا اتفاقی پیدا کرنے والوں کی ہمت افزائی کر رہی ہے اپنے لئے سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے گزشتہ دس سالوں کے دوران فقط یکطرفہ پراپیگنڈہ کیا گیاہے۔ کہ یہ سارا کچھ غیر مقتدر سیاست دانوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ بلا شبہ ہمارے سیاست دان بھی غلطی سے مبرا نہیں۔ ان سے بھی بڑی فاش غلطیاں ہوئی ہیں لیکن ان بیچاروں کو حکومت کرنے ہی کب دی گئی ہے۔ ہمیشہ سازشوں کے تحت سیاست دانوں کو آپس میں لڑایا گیا۔ غلط فہمیاں پیدا کی گئی۔ سیاست دانوں کی کردار کشی کی گئی۔ کیا تاریخ سے یہ بات اوجھل ہو گئی ہے کہ پہلا دستور جب بنا تو اس سے خوف زدہ ہو کر ہمارے ملٹری اور سول بیورو کریٹس نے مارشل لاء لگوادیا۔ اس وقت جنرل ایوب خان اور اس کے رفقاء یہ کہتے تھے کہ آئین ہمارا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔ اور وہ ملک کو آئین کے بغیر اور مارشل لاء کے ڈنڈے سے مستحکم کرنے کی بات کرتے تھے۔ میری نظر سے روزنامہ جنگ میں مورخہ ۹ مارچ ۱۹۵۹ء کو جنرل ایوب خان کا ایک بیان گزرا ہے جس میں انہوں نے دستور کا مطالبہ کرنے والوں کو نام نہاد جمہوریت کے تاجر قرار دیا تھا۔ مزید مضحکہ خیز بیان جنرل برکی کا تھا جو اس کی کابینہ میں وفاقی وزیر تھے۔ اور اخبار جنگ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا کہ پاکستان کو مستحکم کرنے کے بعد ملک کے لئے قابل عمل دستور تیار کیا جائے گا۔

اندازہ لگانا چاہئے کہ ہمارے فوجی آمر کسی بھی صورت میں دستور کے حق میں نہ تھے۔ بعد میں جو ایوب خان نے قوم کو دستور عطا کیا وہ بھی اس کی شخصی آمریت اور مارشل لاء کا شاخسانہ تھا۔

۱۹۷۷ء کے مارشل لاء نے جو کارنامہ انجام دیئے ہیں ان پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ پہلے ایوب خانی مارشل لاء کے نتیجہ میں ہی مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا سامان کیا گیا تھا۔ اور اس مارشل لاء کا نتیجہ کنفیڈریشن کے پروگرام کی شکل میں سامنے آیا ہے جس میں بڑا پوٹینشل ہے۔ فرنٹ والوں نے اس کے لئے نظریاتی اور عملی طور پر کافی ہوم ورک کیا ہے۔ اب قومی سطح پر فقط پیپلز پارٹی فرنٹ کے راستے میں حائل ہے مارشل لاء نے ایڈہاک ازم پر عمل کرتے کرتے دس سال گزار تو دیئے ہیں لیکن ملک کی یکجہتی اور اتحاد کی قیمت پر اقتدار کو

طول دیا۔

اب کیا کرنا چاہیئے؟

وطن عزیز کی خیر خواہی رکھنے والے سیاست دانوں کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اس ملک کی زمین کے ساتھ ساتھ اس ملک میں رہنے والے افراد سے بھی محبت کریں یہ خالص فوجی نقطۂ نظر ہے کہ "ہمیں زمین چاہیئے لوگوں کی ضرورت نہیں" سامراجی نقطۂ نظر ہے اس نظریہ کو ہم نے مشرقی پاکستان میں استعمال کیا تھا لیکن انسانی تاریخ نے اسے رد کر دیا ہے اب تو افراد کی وجہ سے زمین بھی ہے۔ اللہ نے زمین کو انسانوں کی خاطر ہی بنایا تھا۔ لہٰذا ہمیں پاکستان میں رہنے والے تمام لوگوں کو ان کے مخصوص لسانی و علاقائی تشخص کے ساتھ تسلیم کرنا ہو گا۔ اس کے علاوہ..........

۱۔ پاکستان کو ایک وفاق تسلیم کرتے ہوئے ہمیں اپنے چاروں صوبوں کو مکمل خود مختاری دینا ہوگی۔ ہر صوبے کو اپنے وسائل مسائل اور انتظام میں خودمختیاری دینا ہوگی۔ پاکستان کا اس وقت نمبر ایک مسئلہ صوبوں کو اختیارات دینے کا ہے۔ کم از کم اتنے اختیارات تو ہمیں دیئے جائیں جتنے انگریز نے ۱۹۳۵ء میں غلام ہندوستان کے صوبوں کو دیئے تھے۔ افسوس کہ آج ہمارے صوبوں کو وہ اختیارات بھی حاصل نہیں ہیں۔ ہماری بہت سی دینی جماعتیں جو شریعت کے نفاذ کی بات کرتی ہیں کہ تمام مسائل اسلامی نظام اور شریعت کے نفاذ سے حل ہو جائیں گے۔ ان کو بھی کم از کم ہمارے دستور کے اندر صوبوں کے اختیارات اور وفاق کے متعلق اپنی پالیسی اور سفارشات ظاہر کرنی چاہئیں کیونکہ یہ بات انتہائی مبہم اور غیر واضح ہے کہ اسلامی نظام سے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ بدقسمتی سے صوبہ سندھ اور بلوچستان میں جو لوٹ کھسوٹ کی گئی وہ سب اسلام اور قومی یکجہتی کے نام پر کی گئی ہے۔ مشرقی پاکستان پر فوجی آپریشن بھی قومی یکجہتی اور اسلام کے نام پر کیا گیا تھا جبکہ بلوچستان پر فوجی آپریشن بھی پاکستان کے نام پر ہوا۔ سندھ کے اندر زرعی زمینیں اور روزگار پر قبضہ کرتے وقت بھی کہا جاتا ہے کہ ایک پاکستانی اور مسلمان کی حیثیت میں کوئی بھی فرد کہیں بھی آکر روزگار حاصل کر سکتا ہے' زمینیں خرید سکتا ہے۔ یہ بات اصولی طور پر اور نظریاتی طور پر درست ہونے کے باوجود عملی طور پر درست نہیں ہے اس وقت سندھ میں جب بے زمین ہاری اور بیروزگار نوجوان موجود ہیں تو سب سے پہلے حق

ان کا بنتا ہے لیکن انہیں نظر انداز کر کے باہر سے لوگوں کو بلا کر روزگار دینا کسی بھی صورت میں پاکستان کے اتحاد اور اسلام کے حق میں نہیں۔ جب تک باہمی خیر خواہی اور محبت سے ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے تب تک حب الوطنی اور اتحاد کا جذبہ کیسے پروان چڑھے گا۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ "جو اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کے لئے وہی پسند کرو" ہمارے حکمرانوں کی چالیس سالہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہم جو اپنے لئے چاہتے ہیں دوسروں کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔ ملازمتوں' تجارت' درآمد و برآمد اور دیگر انتظامی امور میں ہم خود کو ہی اہل سمجھتے ہیں۔ ہمارے حکمران اگر اپنے علاوہ قوم کے باقی افراد کو بھی کچھ اہل سمجھتے تو ملک کا یہ حال نہ ہوتا لہٰذا صوبوں کی خود مختاری پاکستان کی سالمیت کا مسئلہ نمبر ایک ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ انتخابات کے سلسلے میں بھی ہمیشہ یہ مذاق ہوتا ہے کہ جو نیا حکمران آتا ہے وہ قوم اور ملک کو ایک نئے تجربہ گاہ میں پہنچا دیتا ہے اور ہر حاکم اپنی تجویز کردہ جمہوریت کو حقیقی یا بنیادی جمہوریت کہتا ہے۔ یہ سلسلہ لیاقت علی خان مرحوم کے بعد ابھی تک جاری ہے۔ جب بھی معروف جمہوری طریقے سے دستور بنا تو اسے چلنے نہیں دیا گیا۔ موجودہ سیاسی نظام جس کے مطابق ہماری مسلح افواج کا چیف آف آرمی سٹاف ہی ملک کا صدر بھی ہے شاید ہی دنیا میں کہیں اس کی مثال ملتی ہو۔ اس کے نتیجہ میں قوم اور سیاسی جماعتیں ایک عجیب انتشار کا شکار ہیں۔ کچھ لوگ جنرل صاحب کے حوالے سے سیاست کرتے اور کچھ لوگ پیر صاحب پگاڑا اور مسلم لیگ کے حوالے سے زور آزمائی کر رہے ہیں۔ یقیناً اس کے نتیجے میں حکومت کا آگے چل کر غیر مؤثر ہو جانا لازمی امر ہو گا۔ بیورو کریٹس کا رشوت میں پکڑے جانا اخباروں میں روز آتا ہے حال یہ ہے کہ جس گاڑی میں وزیر سواری نہیں کر سکتا اس میں پولیس کا ایک ایس ایچ او گھومتا پھرتا نظر آ رہا ہے۔ باہر سے آنے والے تخریب کاروں پر ہماری گرفت بہت کمزور ہے۔ البتہ بیان بازی بڑے زور سے ہو رہی ہے کہ تخریب کاروں کو اب نہیں چھوڑا جائے گا ان کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا لیکن نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ فوج کو ملکی سیاست سے یکسر علیحدہ رکھا جائے اور انتظامیہ کے اندر فوجی افسروں کے تبادلے بند کئے جائیں۔ اس وقت سندھ میں فقط پولیس ڈیپارٹمنٹ میں کئی آرمی افسروں کا تبادلہ کیا گیا ہے جو ایس پی یا ایس ایس

پی کے عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک بھر کے ے اڈویژنوں میں سے آٹھ کے اندر پہلے ہی آرمی افسر پولیس کے اہم عہدوں پر تعینات ہیں۔ جبکہ ان علاقوں میں بہت سے مقامی افسر اپنی جائز ترقیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ سابق آئی جی سندھ 'جناب بشیر احمد صدیقی کو پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ہی باہر نکال کر شناختی کارڈ بنانے کی ذمہ داری دے دی گئی جبکہ وہ ایک لائق اور ایماندار افسر تھے حال ہی میں ہمارے چیف منسٹر نے ایک نظریاتی کونسل بنائی ہے جس میں کئی افراد کو لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ کونسل ایک نمائشی چیز کے علاوہ اور کچھ نہیں ثابت ہو گی۔ صوبہ کے لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس اختیارات ہیں وہی کوئی اصلاح کر سکتا ہے۔ ورنہ اسلامی نظریاتی کونسل تو جنرل ایوب خان نے بھی بنائی تھی اس نے کیا کیا؟ اس کے نتیجے میں قوانین کا غیر اسلامی تحفہ (عائلی قوانین) ہمیں عطا ہوا۔ نظریاتی کونسل ہر دور میں رہی لیکن اس دور حکومت میں اس کا بہت زیادہ چرچا ہوا۔ تاہم سینکڑوں قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے باوجود کونسل کی سفارشات اب بھی سرد خانے میں پڑی ہوئی ہیں کہ تازہ تجاویز دینے اور معزز ممبران کی رہنمائی کے کام آسکے۔ پیر صاحب پگاڑا نے جو یقیناً ایک ذہین اور تخلیقی ذہن کے مالک لیڈر ہیں انہوں نے ٹھٹھ میں کینجھر جھیل کے کنارے پر ہونے والی مسلم لیگ کی تقریب میں اعتراف کیا کہ بیوروکریسی سب سے بڑی منظم جماعت ہے جو ہمیں چلا رہی ہے۔ یہ بات پیر صاحب نے اپنے طویل تجربے اور سیاسی بصیرت کی بنیاد پر کہی تو کیا یہ سب کچھ جو اسلام اور پاکستان کے نام پر کیا جا رہا ہے بیوروکریٹس کے چالیس سال ہیں یا سیاسی دھوکہ بازی ہے۔

۳۔ ہمیں مغربی تہذیب کی رنگینیوں نے اتنا مرعوب کر دیا ہے کہ ہم بحیثیت قوم اسی کو اپنا دین مانتے ہیں اور اس کے ہر نیک و بد اصول اور فیشن کو اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم علمی اور فنی لحاظ سے تو مغرب کے ہم پلہ نہیں بن سکتے ہیں لیکن فیشن اور معیار زندگی میں اس کی پوری نقل اور تقلید کرتے ہیں اور اپنی دینی روائیتوں اور اعلیٰ اقدار کو بھلاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے گھروں میں خود بچوں کو اب قرآن شریف پڑھنے اور پڑھانے کی اچھی روایت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ دینی تعلیمات کی جگہ آج کرکٹ اور وی سی آر نے لے لی اور باقی کمی وڈیو گیم نے پوری کر دی ہے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو ہمارے قومی نشریاتی ادارے گزشتہ دس

سال سے کرکٹ کو جو کوریج دے رہے ہیں اس سے ایسا لگتا ہے کہ یہ بھی نظریہ پاکستان کا کوئی حصہ ہے جس کو فروغ دیا جا رہا۔ کرکٹ کا کھیل کوئی برا کام نہیں لیکن پوری قوم کو مستقلاً کرکٹ فوبیا میں مبتلا کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ ہمارے یہاں جمعہ کا دن بھی نہیں چھوڑا گیا اس دن ہمارے ٹی وی والوں نے بارہ ایک بجے تک تو لوگوں کو ویسے ہی مصروف رکھا ہوا ہوتا ہے اور نماز و طعام کے وقفہ کے بعد بیہودہ قسم کی ریسلنگ کا کھیل دکھایا جاتا ہے۔ کیا ایسی ریسلنگ اسلامی نقطہ نظر سے جائز ہے۔ جس میں ایک گھر کی عورتوں اور بچوں کے سامنے زائد از نیم برہنہ مرد ایک دوسرے کو برے طریقے سے الٹ پلٹ کرتے ہیں؟ کیا اسلام میں فقط عورت کو اپنا ستر چھپانا ہوتا ہے اور مرد کو ننگا گھومنے کی اجازت ہے؟ اور بچوں پر اس ریسلنگ کا کیا نفسیاتی اثر پڑتا ہو گا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر بچے پھر اس پروگرام کی نقل کرتے ہیں۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں ہر سطح پر اپنا احتساب کرنا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ ہر غلطی کو حکومت اور سیاست دانوں کے سر تھوپنے کی کوشش کی جائے۔ اور خود ذمہ داری سے بچا جائے۔ یہ انصاف نہیں ہو گا۔ بلاشبہ حکومت تمام معاملات کی ذمہ دار ہے لیکن بحیثیت فرد ' سیاسی رہنماء ' صحافی ' استاد اور منتظم کے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ مثبت سوچ اور سیدھے رخ چلے۔ خود غرضی کی بجائے اجتماعی نظر سے سوچے۔

۴۔ صوبائی اختیارات کے باب میں اکثر لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ قومیتوں کا تعصب کیوں ابھرا۔ آج ہر شخص اپنے حقوق کو لسانی یا صوبائی حوالے سے حاصل کرنے کی بات کرتا ہے۔ اس کے ردعمل میں ہمارے مضبوط مرکز پسند سیاست دان اس کو صوبہ پرستی اور قوم پرستی کی طرف منسوب کرتے اور آگے بڑھ کر صوبوں کے وجود کی ہی نفی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں فقط ایک پاکستان اور اسلام کے حوالے سے بات کرنی چاہئے لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ گزشتہ چالیس سالوں میں چھوٹے صوبوں کو اسلام کے حوالے سے ہمارے حکمرانوں نے کون سے حقوق دیئے ہیں یا پاکستان کے حوالے سے ان کے جائز مطالبات کب سنے اور مانے ہیں۔ کیا ان دونوں حوالوں سے چھوٹے صوبوں کے عوام کو فوج ' بیوروکریسی ' صنعت و تجارت اور سفارت کے اندر جائز حصہ دیا گیا ہے اس کا جواب نفی میں ہے تو وہ اس کی کیا وجہ

بیان کریں گے۔ محروم طبقات کے لئے دو ہی راستے بچ جاتے ہیں یا علیحدگی یا پاکستان کے دائرے کے اندر آئینی خود مختاری۔جن لوگوں نے فقط صوبے کے اختیارات مانگے، ہمارے مارشل لائی سیاست دانوں اور حکمرانوں نے ان کو بھی غدارِ وطن کہا اور جو وفاق کی حمایت کرتے ہیں ان کو بھی تخریب کار اور ملک دشمن قرار دیا۔ ہماری ہر حکومت اپنے سیاسی مخالفین کو ملک دشمن قرار دینے میں کسر نہیں چھوڑتی اور حب وطن کا مرقع وہ خود کو سمجھتی رہی۔ خدارا ہمیں اپنے سیاسی مخالفین کو انٹی اسٹیٹ نہ قرار دینا چاہئے اور صوبوں کو مکمل اختیارات دے دینے چاہئیں۔ مرکز کی آمدنی میں ہر صوبہ کو جائز حصہ ملنا چاہئے۔ صوبائی انتظامیہ مکمل طور پر صوبائی حکومت کے ہاتھ میں رہنی چاہئے۔ نظام تعلیم کی اسلامی خطوط پر تشکیل جدید کی جائے۔جو سائنٹیفک اور ہمہ گیر ہو اور کلرک اور وفادار بیورو کریٹس کی بجائے ذمہ دار شہری اور محب وطن ایماندار افسر پیدا کرے۔

۵۔ بیروزگاری کے مسئلے کو منصوبہ بندی سے حل کیا جائے

۶۔ پاکستان کے تمام صوبوں کی زبانوں کو قومی زبانوں کا درجہ دیا جائے۔

۷۔ ملک کی قومی فوج میں کسی ایک صوبہ کی بالادستی نہ ہو اس میں ہر صوبہ کی نمائندگی 'خاص طور پر افسروں کی حد تک' ہونی چاہئے۔ تاکہ فوج کے متعلق پورے ملک کے اندر اپنائیت کا جذبہ اور احساس پیدا کیا جائے

۸۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تمام سفارشات کو اسمبلی کے ذریعہ دستور کا حصہ بنایا جائے۔

۹۔ سیاستدانوں میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے۔ سیاسی مخالفت کو ذاتی دشمنی میں تبدیل کرنا ملک کے لئے خیر خواہی نہیں ہوگی۔ ریڈیو اور ٹی وی کو عریانیت اور فحاشی سے پاک پروگرام پیش کرنے پر مجبور کیا جائے۔ فارمولا فلموں کی طرح فارمولا اسلامی پروگرام دینے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ عوامی شعور کو بڑھانے کی فکر کی جائے لوگوں کو بے مقصد تفریحات میں گم کرنے کی بجائے ان کے اندر ایک ذمہ دار شہری ہونے کا احساس پیدا کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

★★★

بقیہ: عرضِ احوال

انہیں ڈاکٹر اسرار احمد پر "نبیؐ کے ساتھ خاص قرآن و سنت کی بعض نصوص کو اپنی ذات کے ساتھ متعلق کرنے کی جسارت" کا گردن زدنی الزام جڑتے ہوئے خوفِ خدا لاحق نہ ہوا جس نے سال ڈیڑھ سال پہلے عین ان کی ناک تلے اپنے ادارے قرآن اکیڈمی (ماڈل ٹاؤن) میں ملک بھر سے اپنے رفقاء (جن پر وہ مریدوں کی پھبتی کستے ہیں) کو جمع کر کے اہل سنت کے جملہ مکاتب فکر کے جید علماء کے سامنے لا بٹھایا تھا کہ اس کے علمی موقف پر ان کی رائے اور تبصرہ پوری توجہ، خاموشی اور ادب سے سنیں۔ یہ اجتماع کھلے عام کئی دن چلتا رہا اور محترم علمائے دین اور مفتیانِ عظام نے کسی ادنیٰ ترین مداخلت کے بغیر پوری دلجمعی اور آزادی سے اپنی باتیں لاؤڈ سپیکر پر نشر کی تھیں۔ اور جہاں بعض حضرات نے آزادیٔ اظہار و تقریر کے بھرپور استعمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد کے تصورِ فرائض دینی پر نہ صرف برملا تنقید کی تھی بلکہ طنزیہ اور استہزائیہ اسالیب کا بھی دل کھول کر استعمال فرمایا تھا وہاں بہت سے مسلمہ حیثیت کے مالک علماء اور مفتیانِ کرام نے ان کے تصورات کی کامل تصویب فرمائی تھی۔ یہ ساری روداد بہت دنوں پہلے ہمارے جرائد میں شائع ہو چکی ہے اور تاحال کسی صاحبِ علم کی طرف سے تردید نہیں ہوئی۔ لیکن سبحان اللہ، آج کفر کا فتویٰ (اس "جسارت" سے بڑھ کر کوئی کیا کفر توڑے گا) کس کی طرف سے جاری کیا جا رہا ہے، قرآن و سنت کی نصوص کے غم میں دبلے ہونیوالے اس قاضی کی طرف سے، جو رجم کی صدیوں سے غیر متنازعہ طور پر مشروع سمجھی جانے والی حد کو پائے حقارت سے ٹھکرا چکا ہے

سیرتِ طیبہ کا انہوں نے گہرا مطالعہ کیا ہو گا لیکن کبھی کوئی بات رہ بھی جاتی ہے۔ مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ اہلِ یثرب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ام القریٰ سے ہجرت کر کے اپنی بستی کا اقتدار سنبھالنے کی دعوت دی اور اسی بنا پر حضورؐ نے بیعت سمع و طاعت اور ہجرت و جہاد کا مطالبہ شروع کیا تھا۔ حالانکہ یہ وہ بات ہے، سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا۔ ہماری تاریخ کا ایک ایک لمحہ آج بھی حضورؐ کے رخِ روشن کی طرح منور ہے۔ جنابِ رسالت مآب نے بیعت عقبہ ثانیہ کے نتیجے میں یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو وہ ہرگز اقتدار

سنبھالنے یاحکومت کی تشکیل کے لئے نہ تھی (یہ الگ بات ہے کہ نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بالفعل راستہ اسی کے لئے صاف فرمادیا)۔ اہل یثرب سے عہد وپیان صرف اس بات کا ہوا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں میں کفار مکہ کی جس جارحیت کا سامنا ہے 'اس کے مقابلے میں انہیں پناہ' حفاظت اور نصرت مہیا کی جائے گی۔ اہل یثرب کو انصار کا نام بھی نصرت کے اس وعدے کے باعث ہی ملا تھا۔ یہی وجہ ہے اس مرحلے پر آنحضورؐ نے یثرب میں اپنا کوئی نائب یا عامل مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ اہل یثرب ہی میں سے بارہ نقباء نامزد فرمائے تھے۔ اور قبل ازیں پہلے مرحلے پر حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی حضورؐ کے گورنر یا عامل کی حیثیت میں نہیں' بطور داعی و معلم مقیم رہے تھے۔ علاوہ ازیں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے الفاظ کو سامنے رکھا جائے تو اس کا عنوان بیعت حکومت نہیں بلکہ بیعت تنظیم ہی قرار پائے گا۔
رہا یہ اشکال کہ اس سے پہلے حضورؐ نے اپنے پیرؤں سے کبھی سمع وطاعت کی بیعت نہ لی تھی تو اس کا سبب اس حقیقت سے شعوری یا غیر شعوری صرفِ نظر ہے کہ جب تک آنحضورؐ کی جماعت صرف مکہ تک محدود تھی جہاں جناب رسالت مآبؐ بنفس نفیس خود موجود تھے کسی رسمی بیعت کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ یہ ضرورت پیش ہی اس بناء پر آئی کہ اب معاملہ اہل یثرب کا تھا جو نبی اکرمؐ سے براہ راست اور مسلسل تنظیمی رابطہ رکھنے سے معذور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس مرحلے پر نقباء مقرر فرمائے اور بیعت میں یہ اقرار بھی لیا کہ اصحاب امر کی تعیین میں آنحضورؐ کو کلی اختیار ہو گا کہ جسے چاہیں ترجیح دیں اور یہ کہ آنحضورؐ سے بیعت کرنے والے آپؐ کے نامزد کردہ امراء و نقباء سے بھی جھگڑیں گے نہیں بلکہ ان کی بھی اطاعت کریں گے۔ جو ظاہر ہے کہ اطاعت فی المعروف ہی ہو سکتی تھی[1]۔

رہی یہ بات کہ " آپ کی سنت یہی ہے کہ اہل ایمان کی کوئی جماعت اگر کسی خطۂ ارض میں اقتدار حاصل کرلے' تو اس کے امیر کو اس جماعت کے افراد سے سمع وطاعت کی بیعت لینی چاہئے۔ اس مرحلے سے پہلے اس طرح کی بیعت ایک بدعت ہے" تو اس "بدعت" کے سب سے پہلے مرتکب تو خود حضورؐ کے نواسے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے' جنہوں نے کسی

---

[1] سیرت مطہرہ سے بیعت کے واقعات پر مشتمل ایک پرانی کتاب کے کچھ صفحات کا عکس اس شمارے میں مختصر تمہیدی کلمات کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

خطۂ ارض میں اقتدار حاصل کئے بغیر اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے اپنے نمائندے کو ان کے پاس بھیج دیا تھا۔ آگے حد ادب۔

افسوس کہ کالم نگار یہ بدیہی امر بھی ملحوظ نہیں رکھ رہے ہیں کہ اہل ایمان کا سیاسی اقتدار اسی سرزمین میں قائم سمجھا جاسکتا ہے جہاں حاکمیت کا حق صحیح معنوں میں اللہ کو تفویض کر دیا گیا ہو۔ یقیناً ایسی سرزمین میں جہاں مثالی اسلامی حکومت قائم ہو' وہاں کسی مد مقابل کا سمع و طاعت کی بیعت طلب کرنا درست نہیں ہے۔ ان کی اور ہماری سوچ میں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم اگر ایک طرف مسلمانوں کے اس وطن میں جہاں حکومت الٰہیہ قائم ہو' اسی کے صاحبِ امر کو بیعت سمع وطاعت کا اہل مانتے ہیں تو دوسری طرف اس کے عدم وجود کی صورت میں اس کی بحالی کی جدوجہد کے لئے تنظیم کی مسنون بنیاد بھی سمع وطاعت (بہر صورت معروف سے مشروط) کی بیعت ہی کو سمجھتے ہیں۔ رہی ہماری سخن فہمی کی بات تو اس طنز کے پردے میں فاضل کالم نگار نے بڑی سادگی اور پرکاری سے کام لیا ہے۔ اپنے کسی پرانے جملے کی ترتیب بدل کر نئے معنی کا جامہ پہنا دینا ' ہاتھ کی صفائی تو کہلائے گا' بیان کی خوبی نہیں۔ ندوہ اور دیوبند سے کسی نسبت و مشابہت کو حاشیہ خیال میں لائے بغیر بطور مثال عرض ہے کہ اگر کوئی کہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے ربوہ اور رائے ونڈ جیسے مراکز قائم ہونے چاہئیں تو قائل کا مفہوم تلاش کرنے والا ایک بار تو ضرور چکرا جائے گا۔ ایک اور طرح کی واردات انہوں نے "اپنے ترتیب دیئے ہوئے نصابات" کے ساتھ کی۔ متعلقہ پیرا ہی نہیں 'ان کے کالم کا پورا نصف آخر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ذکر کے لئے مخصوص تھا۔ ایسے میں ان تبلیغی نصابات کا ذکر کہاں سے آگھسا جن سے ذہن تبلیغی جماعت کی طرف منتقل ہوتا ہے.....ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ..... اب تبلیغی نصاب کی ان الفاظ میں صراحت پڑھ کر ہمارا کوئی تبلیغی بھائی برہم ہو جائے تو کالم نگار کو کون یہ کہنے سے روک لے گا کہ میں نے تو تبلیغی جماعت کا نام تک نہیں لیا تھا۔ تاہم مقام شکر ہے کہ انہیں ہمارا منتخب قرآنی نصاب تو پسند آیا جس کی افادیت سے 'اب معلوم ہوا کہ 'انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی ہی چند اور مفید باتوں کے اقرار کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

****

تازہ، خالص اور توانائی سے بھرپور

پاک پیور®

مکھن اور دیسی گھی

یونائیٹڈ ڈیری فارمز (پرائیوٹ) لمیٹڈ
(قائم شدہ ۱۸۸۰) لاہور
۲۲- لیاقت علی پارک ۴- بیڈن روڈ- لاہور، پاکستان
فون: ۲۲۱۵۹۸-۳۱۲۷۵۴

SV ADVERTISING

افکار و آراء

دیارِ غیر سے ایک فکر انگیز خط

محترم مدیر ماہانہ میثاق
السلام علیکم

دیارِ غیر میں پاکستان کے مختلف شہروں میں بموں کے دھماکوں اور ان میں ضائع ہونے والی قیمتی جانوں کے حالیہ واقعات سن کر دلی رنج ہوا۔ ان افسوسناک واقعات میں درجنوں ہم وطنوں بلا کسی تعصبانہ تمیز کے مارے گئے اور بے شمار گھر برباد ہوئے۔ ہلاک ہونے والوں میں اپنے مہاجر' سندھی' پنجابی' پٹھان' بہاری اور بلوچی شامل تھے جن کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ پاکستانیوں کی اکثریت کی طرح ایک وطن میں اسلام کے مضبوط رشتے میں منسلک ہو کر پرامن زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ ان حادثات نے جانی و مالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ قوم کو ایک سبق ضرور دیا ہے وہ یہ کہ ہمارے پاک ملک میں ابھی بھی ایسے سنگدل عناصر موجود ہیں جو صرف اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بے گناہ اور معصوم شہریوں کی جانوں سے بھی کھیلنے سے دریغ نہیں کرتے۔ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور ہمارے رہنماؤں نے اسے اسلام کا قلعہ بنانے کا عظیم بیڑہ اٹھایا تھا لیکن بدقسمتی سے چالیس سال گزرنے کے باوجود ہم اس عظیم منزل تک پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس ناکامی کا سبب وہ اسلام دشمن قوتیں ہیں جو وطن عزیز میں مختلف رُوپوں میں اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں سرگرم عمل ہیں۔ ہمیں نہ صرف ان اندرونی اسلام دشمن قوتوں سے ہوشیار رہنا چاہئے بلکہ ان بیرونی طاقتوں سے بھی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے جو کہ ایک متحدہ پاکستان کو برصغیر میں ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتیں۔ ہمیں یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ پاکستان میں رہنے والی مختلف قومیتوں میں اگر کوئی قدر مشترک ہے تو وہ اسلام ہے۔ نیز اگر پاکستان کو اپنا وجود برقرار رکھنا ہے تو اس میں رہنے والوں کو بلاتمیز رنگ' نسل اور زبان' اسلام کے کمزور نہ پڑنے والے رشتے میں بندھ جانے کا عزم کرنا ہو گا۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی نام لیوا جماعتوں کو اپنے چھوٹے چھوٹے غیر ضروری تفرقات بھلا کر ایک اسلام کے جھنڈے تلے 'اللہ کی جماعت کا سرگرم کارکن بننا پڑے گا تاکہ وہ اللہ کی مدد کے اہل

بن سکیں۔ اس وقت اپنے اپنے جماعتی جھنڈوں تلے اسلام کے نعرے لگانے کا وقت نہیں بلکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر 'قرآن وسنت کے جھنڈے تلے 'اسلام اور پاکستان دشمن اندرونی اور بیرونی طاقتوں اور سازشوں کا قلع قمع کرنے کا وقت ہے۔ اگر ہم اسی طرح نفسا نفسی میں پڑے رہے تو خدا نخواستہ ہم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں اللہ کے غضب کا شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ کا غضب جب آئے گا وہ تمام پاکستانی مسلمانوں پر یکساں ہو گا۔ اس وقت ہمارے دشمن یہ نہیں دیکھیں گے کہ کون جماعت اسلامی کا ہے یا تبلیغی جماعت کا ہے یا پھر جمعیت علمائے اسلام یا پاکستان کا ہے۔

ہم اپنے وطن سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے یہ امید کرتے ہیں کہ ہماری پاک سرزمین میں ہمارے ان خیالات سے اتفاق کرنے والے ابھی لوگ موجود ہیں۔ یہ لوگ جو پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کا عزم رکھتے ہیں اور اس میں سرگرم عمل بھی ہیں 'ان سے گزارش ہے کہ ہمیں بھی اس نیک کام میں شامل سمجھیں۔ خدارا اگر کسی موقع پر بھی جانی یا مالی ضرورت پڑے تو ان چند درد مند اسلام کے نام لیوا پاکستانیوں کو ضرور یاد رکھیں۔

والسلام

۱۔ محمد پرویز چودھری ۲۔ شکیل مسعود ۳۔ اکبر علی ۴۔ محمد علی ۵۔ محمد عطاء الرحمٰن خان ۶۔ ذبیح اختر ۷۔ رحمت اللہ کنڈی ۸۔ نعیم رضا معرفت نسیم رضا۔ پوسٹ بکس ۳۴۹۱۔ سانٹا کلارا۔ کیلی فورنیا ۹۵۰۵۵ (امریکہ)

(نوٹ...... اس خط کی کاپیاں مندرجہ ذیل حضرات کو بھیجی جا رہی ہیں۔

صدر پاکستان 'وزیر اعظم پاکستان 'امریکہ میں پاکستانی سفیر 'مدیران روزنامہ جنگ 'مشرق 'نوائے وقت 'مسلم 'پاکستان ٹائمز 'جسارت 'ڈان 'مارننگ نیوز 'ہفت وار اخبار جہاں 'اخبار خواتین 'اور ماہانہ اردو ڈائجسٹ 'میثاق 'اور ترجمان القرآن)

(۲)

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا ٹی وی اور شہادت ذوالنورینؓ

اس مرتبہ شہادت حضرت عثمانؓ کے سلسلہ میں ٹی وی نے تین دنوں میں مجموعی طور پر تقریباً ۴۵ منٹ کا وقت دیا اور اس شان سے دیا کہ پہلے دو دنوں تک دس 'دس منٹ اور تیسرے دن یعنی ۱۸ ذی الحجہ کو جس دن شہید مظلوم کو کئی دن کی بھوک پیاس کے بعد نہایت درجہ سفاکانہ طور پر شہید کیا گیا تھا۔ اس دن ۲۵ منٹ کا وقت دیا گیا اسی آخری دن یوم شہادت اس طرح منایا گیا کہ پچھلے دو دن کا پروگرام دورانیوں کی کمی اور تازہ پروگرام کی سادگی کے باعث ذہن سے محو ہو کر رہ گیا اور پھر اسی دن صبح بھی

ڈرامہ شام بھی ڈرامہ اور طویل نغموں اور دوسرے رنگین پروگراموں سے اسے ایک جشن مسرت آگین کے طور پر منایا گیا۔

کہا جاسکتا ہے کہ یہ ۱۴ر اگست کی تاریخ اور جشن آزادی کا دن تھا۔ بجا' لیکن کیا جشن آزادی اس صورت میں بھی اسی طرح منایا جاتا اگر یہ دسویں محرم کا دن ہوتا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو شہادت عثمانؓ کو جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں کوئی اہمیت کیوں نہ دی گئی۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ محرم کے دس دنوں کی طرح جن میں ٹی وی مجموعی طور پر ۱۵ گھنٹہ تک دے چکا ہے شہادت عثمان کی تفصیلات ان تمام ایام میں جب سے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ شروع ہوا یوم شہادت تک ٹی وی سے نشر کی جاتیں اور مسلمہ مسلم علماء' مؤرخین اور دانشوروں کی زبانی سنوائی جاتیں۔

سید محمد عمر
۵۰/ درخشاں۔ کراچی.....۳۷

(۳)

ایک وضاحت ....

محترم و مکرم جناب اقتدار احمد صاحب
سلام مسنون

"میثاق" ستمبر کا شمارہ نظر نواز ہوا حسب عادت باقی تحریروں سے پہلے "عرض احوال" کے عنوان سے آپ کی ادارتی تحریر پڑھی بحمد اللہ بہت سی باتیں اپنے دل کی آواز محسوس ہوئیں مگر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تنفیذ فقہ حنفی کی تجویز پر بقول آپ کے "معاصرین کی ستم ظریفی کی حد یہ تھی کہ اس رائے پر اہل تشیع و اہل حدیث حضرات نے تو واویلا کیا لیکن حنفی حلقوں سے حمایت میں کوئی آواز نہ اٹھی" [۱]

تصحیح کیلئے یہ گذارش ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ تجزیہ صحیح نہیں کہ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب کی حمایت میں کوئی آواز نہیں اٹھی بلکہ ملک کے مؤقر ماہنامہ "الخیر" ملتان بابت ماہ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ بعنوان "اعتراف حقیقت" صلہ میں ڈاکٹر صاحب کی اس تجویز کو سراہا گیا اور اس کی تائید کی گئی۔ یہ تائید اس اعتبار سے بھی وقیع ہے کہ بانئ جامعہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ

---

[۱] توجہ دلانہ کا شکریہ! دراصل ذکر اخبارات کا تھا جن میں ایک طرف سے تو کئی بیانات شائع ہوئے لیکن دوسری طرف سے کوئی بات پڑھنے میں نہ آئی۔ ہم اگر معاصرین کی بجائے "معاصر اخبارات" لکھتے تو بہتر تھا (ادارہ)

حنفیت کے عظیم مبلغ تھے ان کے ادارہ کے لئے فقہ حنفی کی تائید بہر صورت ضروری تھی خواہ یہ آواز کہیں سے بھی بلند ہو بہر حال ماہنامہ "الخیر" نے اس سلسلہ میں جس وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا آپ کو اس کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے تھا۔

فقط والسلام

آپ کا مخلص، محمود الحسن شاہ مسعودی کاشمیری

بیرون حرم گیٹ ملتان

(۴)

صحافیوں کے نام ایک کھلا خط

۱۲/ر شریف پارک۔ ملتان روڈ۔ لاہور۔ ۱۸ سے ڈاکٹر فرخ شہزاد نے ایک مکتوبِ مفتوح جناب مجید نظامی' مدیر روزنامہ نوائے وقت کو ارسال کر کے اس کی نقول ہمارے علاوہ ملک کے متعدد اخبارات کو بھیجی ہیں۔ اللہ جانے ان میں سے کسی کو اسے شائع کرنے کی توفیق ہوگی یا نہیں۔ ہم بہر حال ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ چند ماہ قبل ہم نے بھی اپنے اخبارات و رسائل کو اس طرح متوجہ کیا تھا لیکن

شاید کہ دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے ہم وطن بھائیوں کی ایک بڑی تعداد اسی کرب کا شکار ہے جو اس خط سے ٹپک رہا ہے۔ لیکن اکثر بس جی مسوس کر رہ جاتے ہیں۔ ایک آواز اٹھی ہے تو اس کا آہنگ بلند کیا جانا چاہئے

(ادارہ)

السلامُ علیکم ! ۱۸/ر اگست کو روزنامہ نوائے وقت لاہور میں ریاض الرحمٰن ساغر کا ایک کالم شائع ہوا۔ مڈویک ایڈیشن کے صفحہ اول پر شائع ہونے والے اس کالم کا عنوان تھا "نئی نسل کا پہلا تربیتی ادارہ۔ آغوش مادر یا آغوش ٹیلی ویژن" اس کالم میں جہاں کالم نویس نے اپنے خیالات ظاہر کئے وہیں ایسے خطوط بھی شائع کئے گئے جن میں ٹیلی ویژن کی بے راہ روی اور مغربیت نوازی پر کڑی تنقید کی گئی اگرچہ اخبارات و رسائل میں ایسے خطوط شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں ٹیلی ویژن کے خوفِ خدا سے عاری اربابِ اختیار کے مردہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن صمٌ بکمٌ کے مصداق ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

محترم نظامی صاحب ! آپ کا اخبار تعریف کا مستحق ہے کہ اس نے ایک برائی کے خلاف صفحات وقف کئے لیکن میں اس وقت آپ کی توجہ اخبارات میں ہونے والی بے راہ روی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مڈویک ایڈیشن میں شائع ہونے والے مذکورہ کالم کا انتہائی کربناک پہلو یہ تھا کہ پورا صفحہ اول اداکاراؤں کی بڑی بڑی رنگین تصاویر سے بھرا پڑا تھا جبکہ اس کالم میں اسی چیز کے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی۔ لیکن یہ معاملہ صرف اسی ایڈیشن تک محدود نہیں آج کی صحافت کا مقصود و مطلوب اس کے علاوہ کچھ نہیں رہا کہ اداکاراؤں اور اسی قماش کی شرم وحیاء سے عاری خواتین کی بڑی بڑی رنگین تصاویر شائع کی جائیں ان کے انٹرویو چھاپے جائیں اور انہیں اس طرح پیش کیا جائے کہ جیسے قوم کا سب سے زیادہ قابل فخر اور سب سے قیمتی سرمایہ و اثاثہ یہی لوگ ہیں پوری صحافت آج ان کی شہرت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچانے میں مصروف دکھائی دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنسی جذبات انگیزی کا مقابلہ ہو رہا ہے عورتوں کی تصاویر کے سائز کو بڑے سے بڑا کرنے ان کی رنگینی میں مزید رنگ بھرنے ان کے پوز میں زیادہ سے زیادہ رومانویت بھرنے کے لئے صحافی حضرات ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

محترم ! کیا آپ یہ بتائیں گے کہ یہ سب کچھ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا خدا اور رسولؐ کی تعلیمات کی دھجیاں اڑانے والی، حیا کی قدروں کو تار تار کرنے والی بے حیائی اور جنس کو فروخت کرنے والی یہ اداکارائیں اور حسینائیں آپ کے صفحات پر اسی طرح جگہ پانے کی مستحق ہیں؟ اگر مستحق ہیں تو کس بنیاد پر؟ یا کہیں ایسا تو نہیں کہ قوم کی اجتماعی بے حسی، بے راہ روی اور ضمیر فروشی کے اس عالم میں صحافت کا ضمیر بھی دم توڑ چکا ہے اپنی دنیوی جائیدادوں کو مزید وسعت دینے اپنی دنیوی دولت کو مزید بڑھانے کے لئے صحافیوں میں اپنے اخبارات ورسائل کی اشاعت کو مزید فروغ دینے کی جو دوڑ ہو رہی ہے اس دوڑ میں صحافی حضرات یہ بھول چکے ہیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے انہیں اپنی صحافت میں خدا اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کا خیال رکھنا ہے یا وہ یہ بھول چکے ہیں کہ جس طرح وہ روزانہ درجنوں افراد کے مرنے کی خبریں چھاپتے ہیں اسی طرح انہیں بھی ایک دن مرنا ہے اور روزِ آخرت خدا کے حضور اپنی صحافتی زندگی کا بھی حساب دینا ہے کیا ہمارے صحافی یہ سوچیں گے کہ کہیں ان کی موجودہ روش آخرت میں انہیں آگ کے گڑھوں میں دھکیلے جانے کا باعث تو نہیں بن جائے گی؟

محترم ! اگر معاملہ صرف شخصی اور انفرادی گناہ کا ہوتا تو شاید صحافت کا یہ طرزِ عمل مجھے قلم اٹھانے پر مجبور نہ کر سکتا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پورا معاشرہ اس مقابلے کی لپیٹ میں آ رہا ہے جب ٹیلی ویژن اس معاشرے کا حصہ بنا تو حیا نے اسی دن سسکنا شروع کر دیا تھا جب وی سی آر گھروں میں داخل ہوا تو حیا نے

دم توڑ دیا۔ پھر ماں باپ اپنے بچوں کو ساتھ بٹھا کر عورتوں کو برہنہ ناچتے ہوئے دیکھتے رہے لیکن انہیں شرم محسوس نہ ہوئی۔ پھر جس طرح مسلمان کسی زمانے میں قرآن کو سینے سے لگا کر گھومتے تھے اسی طرح وہ وی سی آر کے کیسٹس کو اپنے سینوں سے لگا کر گھومنے لگے اور آج اخبارات کے رنگین صفحات پر نظر پڑتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حیا کے مردہ جسم کی بے حرمتی کی جارہی ہے اور بچوں جوانوں اور بوڑھوں کو اس شغل سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کیا جارہا ہے کیونکہ اسی طریقے سے اخبارات و رسائل کی اشاعت کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

محترم ! آج جب میں صحافیوں کو ایک برائی سے روک رہا ہوں تو میں نے خدا کو گواہ بنالیا ہے اور قیامت کے دن جب صحافی حضرات خدا کے حضور پیش ہوں گے تو اس وقت میں پہلا گواہ ہوں گا جو اس خط کی تحریر سے پہلے اور بعد کے صحافتی ادوار کے بارے میں گواہی دوں گا میں کوئی نیک اور پارسا انسان نہیں میں خود گناہ گار ہوں لیکن آج جب معاشرے میں موجود ایک کھلی برائی میری نظر میں کھٹک رہی ہے تو میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں صرف اپنے گناہوں کی فکر کرتے ہوئے خاموش رہوں۔

والسلام، فرخ شہزاد

****

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو

Seiko

BRAKE + CLUTCH LINING

میسی فرگوسن ٹریکٹر کے ہر ماڈل پرزہ جات کے ہول سیل ڈیلر

S SEIKO

اسٹاکسٹ: طارق آٹوز ۱۳۔ نظام آٹو مارکیٹ بادامی باغ لاہور۔ فون: ۲۰۰۹۶۰

****

ہر قسم کے بال بیرنگز کے مراکز

سندھ بیرنگ ایجنسی ۶۵ منظور اسکوائر پلازہ کوارٹرز کراچی۔ فون ۷۲۳۳۵۸ / ۷۲۱۱۷۲

خالد ٹریڈرز۔ بالمقابل کے۔ایم۔سی ورکشاپ نشتر روڈ کراچی

فون: ۷۳۵۸۸۳ / ۷۳۲۹۵۲ / ۷۳۰۵۹۵

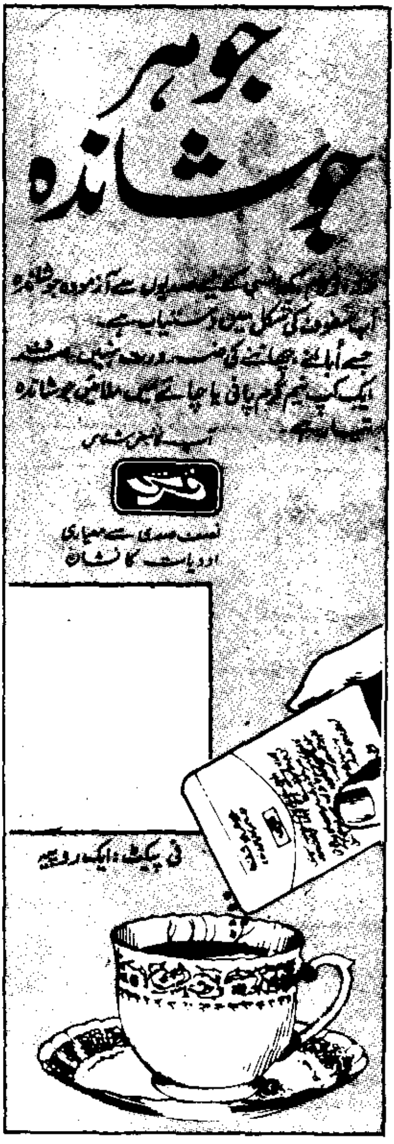
جوہر
جوشاندہ
آپ کا نبض شناس
نصف صدی سے معیاری
ادویات کا نشان
فی پیکٹ ایک روپیہ

کھانسی، گلے کی خراش، نزلہ زکام کے لیے
زود اثر
سُرفی کول
ٹکیاں اور سیرپ
SURFICOL
COUGH SYRUP
آپ کا نبض شناس
نصف صدی سے معیاری
ادویات کا نشان

کارمینا
بد ہضمی، قبض، گیس،
سینے کی جلن، تیزابیت
وغیرہ کا اچھا علاج ہے۔
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
Carmina
کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے۔
اسلامی اخلاق
معاف کر دینا بہترین انتقام ہے۔
Adarts CAR-4/84

THE ROARING LION OF AGRO-CHEMICAL INDUSTRY

®

BUBBER SHER UREA

THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS, AND THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS WELL.

AT DAWOOD HERCULES WE DO THINGS WELL! RIGHT FROM OUR INCEPTION 12 YEARS AGO WE'VE BEEN ENGAGED IN A TREMENDOUS OUTPUT, ENSURING BETTER AND HEALTHIER CROPS AND STRENGTHENING THE NATIONAL ECONOMY. DURING THIS TIME WE'VE :

a. PRODUCED 4,000,000 TONS OF BUBBER SHER UREA.
b. SAVED MORE THAN US $ 750,000,000 IN FOREIGN EXCHANGE FOR PAKISTAN.
c. CONTRIBUTED RS. 2000,000,000 TO THE NATIONAL TREASURY IN THE FORM OF DEVELOPMENT SURCHARGE, DUTIES AND TAXES.
d. SAVED FERTILIZER SUBSIDY WORTH RS. 3000,000,000 IN OUR PRODUCTION WHICH WAS USED BY THE GOVERNMENT TO SUBSIDIZE FERTILIZER PRICES, GIVING AN ENORMOUS BENEFIT TO THE FARMER.

BROADLY SPEAKING WE ARE COMMITTED TO A BETTER QUALITY OF LIFE FOR OUR PEOPLE AND WE ARE DEVOTING OUR VAST TECHNOLOGICAL RESOURCES AND AGRO-CHEMICAL KNOW-HOW TO PROVIDING A VITAL INPUT FOR DEVELOPING HEALTHIER CROPS.

WE FEEL PROUD OF THESE ACHIEVEMENTS, AND SHALL CONTINUE TO PLAY OUR KEYROLE IN THE DEVELOPMENT OF AGRICULTURE AND ECONOMY OF PAKISTAN.

dh CHEMICALS

DAWOOD HERCULES CHEMICALS LIMITED
MAKERS OF BUBBER SHER UREA

DAWOOD CORPORATION LIMITED
DISTRIBUTERS OF BUBBER SHER UREA

Promoters

نام بھی اچھا — کام بھی اچھا
صوفی سوپ ہے سب سے اچھا

صوفی سوپ

اُجلی اور کم خرچ دُھلائی کے لیے بہترین صابن

صوفی سوپ اینڈ کیمیکل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
تار: صوفی سوپ
ٹیلکس:
۳۹۔ فلیمنگ روڈ۔ لاہور، ٹیلی فون نمبر: ۲۲۵۴۴۷ - ۵۴۵۲۳

بیسویں صدی عیسوی

میں صنم کدۂ ہند میں "احیائے اسلام" کی کوششوں پر ایک اہم تاریخی دستاویز

جماعت شیخ الہند رح اور تنظیم اسلامی

- ابوالکلام "امام الہند" کیوں نہ بن سکے — ؟
- "حزب اللہ" اور "دارالارشاد" قائم کرنے کے منصوبے بنانے والا "عبقری وقت" کانگرس کی نذر کیوں ہو گیا!
- احیائے دین اور احیائے علم کی تحریکوں سے علماء کی بدظنی کیوں ؟
- کیا "اقامتِ دین" کی جدوجہد ہمارے دینی فرائض میں شامل ہے !
- حضرت شیخ الہند رح کیا کیا حسرتیں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ؟
- علماء کرام اب بھی 'متحد' ہو جائیں تو 'اسلامی انقلاب' کی منزل دور نہیں !

❖ فرائض دینی کا جامع تصور ❖ رجم ❖ عورت کی دیت ، اور دیگر مسائل پر

ڈاکٹر اسرار احمد کی معرکۃ الآرا تحریروں اور خطبات کے علاوہ مورخِ اسلام مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری، مولانا افتخار احمد فریدی، مہاجر کابل قاری حمید انصاری، پروفیسر محمد اسلم، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی، مولانا محمد زکریا، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور دیگر نامور علماء کرام اور اہلِ علم حضرات کی تحریروں پر مشتمل تاریخی مرقع

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے مبسوط مقدمے کے ساتھ

● ضخامت ۴۵۶ صفحات (نیوز پرنٹ) ● قیمت -/۴۰ روپے

'میثاق' اور 'حکمتِ قرآن' کے مستقل خریداروں کو یہ کتاب ۲۵ فیصد رعایت پر مبلغ -/۳۰ روپے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پیش کی جائے گی ۔ ڈاک خرچ ادارے کے ذمے ہوگا —

نوٹ : کتاب چھپ کر آگئی ہے۔ کراچی کے خریداران 'میثاق' و 'حکمتِ قرآن' یہ کتاب کراچی آفس (۱۱، داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت) سے بارعایت حاصل کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ :

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Jawad
Products

We are manufacturing and exporting ready made garments (of all kinds including shirts, trousers, blouses, jackets, uniforms, hospital clothing; kitchen prons), bedlinen, cotton bags, textile piece goods etc.

For further details write to :

M/s. Associated Industries (Garments) Pakistan (Private) Ltd.,

IV/C/3-A (Commercial Area),
Nazimabad,
Karachi - 18
Tele : 610220/616018/625594

MONTHLY
MEESAQ
LAHORE

Regd. L. No. 7360
Vol. 36 No. 11
NOVEMBER 1987